رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

قُل اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ

اک آسمانیر تور ہو | عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر ◆ کاروباری اُمور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۷ | ۱۹/۲۲ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء | سہ شنبہ و شنبہ | مطابق ۲۰/۲۳ شوال سنہ ۱۳۳۷ھ | نمبر ۶-۷

مدینۃ المسیح

ہفتہ زیر رپورٹ میں خوب بارش ہوتی رہی ۔

۱۵- جولائی کو جناب چودہری فتح محمد صاحب و جناب ماسٹر عبدالرحیم صاحب عازم ولایت ہو گئے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح معیت سے اصحاب کے ادوبل کے قریب تک وداع کرنے کے لئے تشریف لے گئے ۔

۱۶ - جولائی کو حافظ معین الدین صاحب نابینا جو کہ حضرت مسیح موعود کے ابتدائی زمانہ کے خدام میں سے تھے کوٹھے پر سے اُترتے ہوئے گر کر فوت ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ احباب جنازہ غائب پڑہیں اور دعائے مغفرت کریں ۔

حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول رض کا سب سے چھوٹا صاحبزادہ

اَلمَوعِظَۃُ الحَسَنَۃ
غربا سے حُسنِ سلوک کرنا چاہیئے

نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ۔ اُنپر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں ۔ انکی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے ۔ جو لوگ غربا کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے ۔ بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں ۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں ۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گذاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں ۔ اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں ۔ اور وحشیوں کی طرح غربا کو نہ کچل ڈالیں ۔

خوب یاد رکھو کہ امیری کیا ہے ۔ امیری ایک نہر کھاتا ہے ۔ اس کے اثر سے وہی بچ سکتا ہے ۔ جو شفقت علی خلق اللہ کے تریاق کو استعمال کرے اور تکبر نہ کرے ۔ لیکن اگر وہ اس کی شیخی اور گھمنڈ میں آتا ہے ۔ تو

نتیجہ ہلاکت ہے۔ ایک پیاسا ہو اور کنواں بھی ہو لیکن کمزور ہو اور غریب ہو۔ اور پاس ایک معمولی انسان ہو تو وہ محض اس خیال سے کہ اس کو پانی پلانے سے میری عزت جاتی رہے گی۔ اس نیکی سے محروم رہ جائیگا۔ اس نخوت کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ نیکی سے محروم رہا اور خدا تعالےٰ کے غضب کے نیچے آیا۔ پھر اس سے کیا فائدہ پہونچا۔ یہ زہر ہوا یا کیا؟ وہ نادان ہے سمجھتا نہیں کہ اس نے زہر کھائی ہے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس نے اپنا اثر کرلیا ہے۔ اور وہ ہلاک کردیگی ۔

یہ بالکل سچی بات ہے کہ بہت سی سعادتیں غربا کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے انہیں امیروں کی امیری اور تمول پر رشک نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ انہیں وہ دولت ملی ہے۔ جو ان کے پاس نہیں ایک غریب آدمی بے جا ظلم تکبر۔ خود پسندی۔ دوسروں کو ایذا پہنچانے۔ اتلاف حقوق وغیرہ بہت سی برائیوں سے مفت میں بچ جائیگا۔ کیونکہ وہ جھوٹی شیخی اور خود پسندی جو ان باتوں پر اسے مجبور کرتی ہے۔ اسمیں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مامور اور مرسل آتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس کی جماعت میں غربا داخل ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ ان میں تکبر نہیں ہوتا۔ دولتمندوں کو یہی خیال اور فکر رہتا ہے۔ کہ اگر ہم اس کے خادم ہو گئے۔ تو لوگ کہیں گے کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر فلاں شخص کا مرید ہو گیا ہے۔ اور اگر ہو بھی جاوے تب بھی وہ بہت سی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ غریب تو اپنے مرشد اور آقا کی ہی خدمت سے عار نہیں کریگا۔ مگر یہ عار کریگا۔

ہاں اگر خدا تعالےٰ اپنا فضل کرے اور دولتمند آدمی اپنے مال و دولت پر ناز نہ کرے۔ اور اس کو بندگان خدا کی خدمت میں صرف کرنے اور ان کی ہمدردی میں لگانے کے لئے موقع پائے اور اپنا فرض سمجھے۔ تو پھر وہ ایک خیر کثیر کا وارث ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد ہی کا ہے۔ کیونکہ ہر وقت اس کا معاملہ پڑتا ہے اور ہر آن یہ ابتلا سامنے رہتا ہے۔ پس اس مرحلہ پر بہت ہی ہوشیاری سے قدم اٹھانا چاہیئے۔

میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اسکی تخریب اور بربادی کے لئے سعی کی جاوے پھر وہ اس فکر میں پڑ کر جائز اور ناجائز امور کی بھی پروا نہیں کرتے۔ اس کو بدنام کرنے کے واسطے جھوٹی تہمت اسپر لگاتے افترا کرتے اور اس کی غیبت کرتے۔ اور دوسروں کو اس کے برخلاف اکساتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ معمولی دشمنی سے کسقدر برائیوں اور بدیوں کا وارث بنا اور پھر یہ بدیاں جب اپنے بچے دینگی۔ تو کہاں تک نوبت پہونچیگی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو۔ اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کردو۔ اگر خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم خدا کے ہو جاؤ۔ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کئے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں اسکی خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہوگا۔ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے۔ لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق دوست ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمہارا طریق انبیاء علیہم السلام کا سا طریق ہو خدا تعالےٰ کا منشا یہی ہے کہ ذاتی اعدا کوئی نہ ہوں خوب یاد رکھو کہ انسان کو شرف اور سعادت تب ملتی ہے۔ جب وہ ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہ ہو۔ ہاں اللہ اور اسکے رسول کی عزت کے لئے الگ امر ہے یعنی جو شخص خدا اور اسکے رسول کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا دشمن ہے اُسے تم اپنا دشمن سمجھو لیکن اس دشمنی سمجھنے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ تم اسپر افترا کرو اور بلا وجہ اسکو دکھ دینے کے منصوبے کرو۔ نہیں بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اور خدا تعالےٰ کے سپرد کرو۔ ممکن ہو تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرو اپنی طرف سے کوئی نئی بھاجی اسکے ساتھ شروع نہ کرو۔ یہ امور ہیں جو تزکیہ نفس سے متعلق ہیں "

(الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء) (حضرت مسیح موعودؑ)

اخبار احمدیہ

لنڈن کے خط۔

(۱) جناب مفتی محمد صادق صاحب اپنے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب سے ملاقات ہوئی ... اخلاق سے پیش آئے۔ سلسلہ کے متعلق بھی ذکر ہوا۔ بہت اچھی طرح سنتے رہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانہ کے متعلق سفارش لکھدی کہ وہاں سے جو کتاب میں چاہوں اپنے مطالعہ کے واسطے لا سکوں۔ وہاں کے لائبریرین بہت اخلاق سے ملے سلسلہ حقہ کی کتابیں جو وہاں موجود تھیں دکھائیں اور کہا کہ تازہ کتب کا بھی ہمنے آرڈر دیدیا ہے۔ اس لائبریری میں ریویو کے فائل مکمل رکھے جاتے ہیں۔

(۲) مولوی عبدالمحی صاحب اپنے ۱۸ جون کے خط میں لکھتے ہیں۔ گذشتہ جمعہ اور اتوار کو حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب کے دو لیکچر ہندوستان میں پولیٹیکل اصلاحات کے متعلق علے التواتر ہوئے۔ جنمیں بتلایا گیا کہ اہل ہند کی موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ اصلاحات ایسے طرز پر ہوں کہ ہر قوم اور جماعت اور مذہب کے لوگ ان سے یکساں فائدہ اٹھا سکیں اور تاج برطانیہ کی حفاظت کے نیچے ہندوستان کو آہستگی اور عمدگی کے ساتھ اہم ذمہ داریوں کے برداشت کرنے کے واسطے طیار کرنا چاہیئے ۔

ایک اور معزز لیڈی حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی۔ اس کا انگریزی نام مس روز ٹیاہابس ہے۔ اسلامی نام گلاب بی بی رکھا گیا۔

نماز عید الفطر کے لئے انگریزی۔ اردو اور عربی میں اعلان کیا گیا۔ کہ ۲۹ جون کو گیارہ بجے صبح ۶۳ اسٹار اسٹریٹ میں ہوگی ۔

درخواست دعا بابو محب الرحمٰن صاحب سب اسٹنٹ سرجن اور میاں محمد شجاعت علی صاحب ... مقیم کلکتہ جو بعض مشکلات میں مبتلا ہیں۔ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔

جناب مولانا حافظ روشن علی صاحب کی تقریر جو آپ نے ۱۵ مارچ ۱۹۱۹ء کو قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر فرمائی

مرتبہ غلام نبی (بلانوی)

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ۔ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۲۹- ۱تا۴)

ایک عظیم الشان امتحان

یہ چند آیات جو سورہ عنکبوت کی ابتدائی آیتیں ہیں۔ ان میں اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان امتحان کی خبر دی ہے۔ اور وہ اس قسم کا امتحان ہے جو کوئی نیا نہیں بلکہ ایسے امتحانات دنیا میں بارہا ہو چکے ہیں۔ وہ امتحان کس قوم کے متعلق ہے؟ اور کون لوگ اس میں داخل ہونگے؟ وہی لوگ جن کا دنیا میں یہ دعوے ہے اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا۔ جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ پس تمام وہ قومیں اور وہ افراد جو اپنے آپ کو ایمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں وہ سب کے سب اس امتحان میں داخل ہیں۔ یہ ایسے زبردست الفاظ ہیں اس امتحان کی خبر دی گئی ہے۔ کہ جس کو سنکر ہر ایک انسان کا دل دہل جاتا ہے اور خاصکر وہ جس کو معلوم ہو کہ مجھے اس امتحان میں داخل ہونا ہے۔ کبھی بے پرواہی سے سو نہیں سکتا۔ نہ وہ لاپرواہی سے وقت ضائع کر سکتا۔ [illegible]

کہ جن میں اس امتحان کی خبر دیگئی ہے۔ استفہام انکاری سے شروع ہوئی ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا۔ کیا گمان کیا لوگوں نے کہ ان کو چھوڑ دیا جائیگا۔ اور ان کی نجات ہو جائیگی۔ ان کے صرف اتنا کہدینے سے کہ ہم مومن ہیں۔ کیا ان لوگوں کا یہ گمان ہے۔ کہ اٰمنّا کہنے پر جھٹ چھوڑ دئے جائینگے۔ حالانکہ ان کا امتحان نہ لیا جائیگا۔ فرمایا یہ گمان غلط ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ ہمنے ان سب کا امتحان لیا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور اس سے پہلے اس امتحان سے کسی قوم کو آزاد نہیں کیا گیا۔ اور کسی کی نجات نہیں ہوئی بغیر امتحان کے پھر کیا ممکن ہے کہ اب اس قوم کا امتحان نہ لیا جائے۔ جو ایمان کا دعوےٰ کرتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس امتحان کا ہونا ضروری ہے تاکہ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ۔ اللہ تعالےٰ سچے اور جھوٹے مستقل مزاج اور غیر مستقل مزاج لوگوں کو الگ الگ کر دے اور ان میں امتیاز قائم کر دے۔

امتحان دینے والے کے ضروری امور

دُنیا میں قاعدہ ہے۔ کہ جو وقت کسی کو یہ اطلاع دیجائے کہ تمہارا امتحان ہوگا۔ تو وہ دو باتوں کے متعلق ضرور سوچتا ہے۔ اوّل یہ کہ جو امتحان مجھے پیش آنیوالا ہے۔ اس میں میں اگر پاس نہ ہوا۔ بلکہ فیل ہو گیا۔ تو مجھے کیا نقصان اٹھانا پڑیگا اور مجھ پر کس قسم کی مصیبت پڑے گی۔ اس کے متعلق اگر اسے معلوم ہو۔ کہ یہ معمولی بات ہے۔ اگر پاس ہو گیا۔ تو کوئی بڑا اعزاز اور فائدہ نہیں ہوگا۔

اور اگر فیل ہو گیا۔ تو کوئی نقصان نہیں اُٹھانا پڑے گا۔ تو وہ اس کا کوئی زیادہ فکر نہیں کرتا۔ دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس امتحان میں مجھے داخل ہونا ہے اس میں مجھ سے پہلے بھی کوئی داخل ہوا ہے یا نہیں۔ اور اگر داخل ہوا ہے۔ تو اُسے کیا کیا سوال حل کرنے پڑے تھے۔ اور کس قسم کے پرچے اسے دیئے گئے تھے۔ تا معلوم ہو سکے کہ میں وہ سوال حل کرنے کی استعداد رکھتا ہوں یا نہیں غرض یہ دو امر معلوم کرنے کی فکر اس شخص کو لگ جاتی ہے۔ جسے کسی امتحان کی اطلاع دیجاتی ہے۔ لیکن وہ امتحان جس کے متعلق اعلان ہو چکا ہو کہ کوئی ایسا انسان جو مومن ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اس سے باہر نہیں رہے گا۔ اور پھر اس کا نتیجہ بھی بتا دیا گیا ہو۔ کہ اس سے سچے اور جھوٹے میں امتیاز اور فرق کیا جائے گا۔ پاس ہونیوالوں کی دنیا اور آخرت سنور جائیگی۔ اور فیل ہونیوالے دونوں جہانوں میں خراب اور برباد ہونگے۔ اس کے متعلق کس قدر فکر پیدا ہونا چاہیئے۔

ہر اُمت کا امتحان لیا گیا

پس جبکہ مُومن کہلانے والوں کو اس امر کی خبر دیگئی ہے کہ کوئی عظیم الشان امتحان ہے۔ جو آئندہ زمانہ میں ہونیوالا ہے۔ اور سب کو اس میں اسی طرح داخل ہونا پڑے گا۔ جسطرح ان سے پہلے ہوتے رہے۔ تو خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کسی پہلے امتحان کا پتہ لگائیں۔ اس لئے جب ہم گزشتہ زمانہ کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسبات کا ایک سلسلہ دیکھتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً دنیا میں رسول بھیجے گئے ہیں۔ اور یہاں تک کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ کہ کوئی امت ایسی نہیں جسمیں نذیر نہ آیا ہو۔ دوسری جگہ نذیر کی بجائے رسول کا لفظ آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (۱۶-۳۸) ضرور ہم نے مبعوث کیا ہر امت کی طرف ایک رسول کو تاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ اور بتوں سے پرہیز کریں۔ تو ہر وہ قوم جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے رسول بھیجا۔ ایک وقت اس کا ابتدائی تھا۔ کہ اس سے پہلے اس کی طرف کوئی رسول نہ آیا تھا۔ لیکن پھر اسپر ایک وقت وہ آیا۔ جبکہ اس کی طرف پہلے بھی رسول بھیجا گیا تھا۔ اور پھر دوسری دفعہ بھی آیا۔ آپ لوگ اس امر کو جانتے ہیں کہ کسی مدرسہ کا امتحان تعلیم سے پہلے نہیں ہوا کرتا۔ پہلے تعلیم دیجاتی ہے۔ اور اس کے بعد امتحان ہوتا ہے۔ اسی طرح دینی تعلیم دینے کے لئے ایک وہ رسول ہوتے ہیں۔ جو دنیا میں تعلیم یعنی شریعت لاتے ہیں۔ وہ ابتداً مدرسہ کھولتے ہیں۔ جسمیں جو طلباء داخل ہوتے ہیں۔ انہیں سبق دیتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد ایک اور رسول آتا ہے جس کا مدعا امتحان لے کر یہ دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ آیا لوگ اس تعلیم پر چلتے ہیں یا نہیں۔ اور اپنے اس دعوے میں کہ ہم مؤمن ہیں۔ سچے ہیں یا جھوٹے۔ لیکن جس طرح مدارس اور سکولوں میں امتحان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو مدرسین خود ہی لے لیا کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو یونیورسٹی کی طرف سے لئے جاتے ہیں۔ پھر جو امتحان اُستاد خود لیتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک درجہ کی ترقی اور جماعت بندی کے لئے اور دوسرا جماعت میں قائم رکھنے کے لئے جو امتحان درجہ کی ترقی کے لئے ہوتے ہیں وہ سالانہ کہلاتے ہیں۔ اور جو جماعت میں قائم رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ سہ ماہی۔ ششماہی اور نوماہی ہوتے ہیں۔ تو جو امتحان مدرس لیتے ہیں۔ وہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان سے طلباء جماعت میں قائم رکھے جاتے ہیں یا ان کے درجہ میں ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جو امتحان یونیورسٹی لیتی ہے۔ وہ ایسا ہوتا ہے کہ جتنے امتحان اُستادوں نے لئے ہوتے ہیں وہ ان سب کا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے۔ مثلاً انٹرنس کا امتحان جو یونیورسٹی میں دیا جاتا ہے۔ اس سے طالب علم کے ان سب امتحانوں کی جو اس نے مدرسے میں دئے ہوتے ہیں۔ تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ ان میں وہ پاس ہوتا رہا ہے۔ لیکن جو طالب علم انٹرنس کے امتحان میں فیل ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق نتیجہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ یہ دسویں جماعت میں کمزور تھا۔ یا ابتدا سے کمزور چلا آرہا ہے۔ بہر حال جو ابتدا سے کمزور ہو یا آخر میں آکر کمزور ہو گیا ہو۔ فیل ہونے میں دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ اس مثال کو رُوحانیت کی طرف لے جاؤ۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ صاحب شریعت رسُول کے بعد ایک تو ایسے رسُول آتے رہے ہیں جنھوں نے اپنی قوم کو قومیت میں رکھا۔ اور دوسرے وہ آتے رہے ہیں۔ کہ ان کے امتحان میں جو پاس ہوئے ان کو قائم رکھا گیا۔ اور جو فیل ہوئے۔ ان کو کاٹ دیا گیا۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے رسُولوں اور اس سلسلہ کے آخری رسُول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق نہایت عمدگی سے ملتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معلم اول ہیں۔ جنھوں نے بنی اسرائیل کو شریعت کا سبق پڑھایا۔ ان کے بعد جو نبی اس قوم میں آتے رہے۔ وہ اسی تعلیم کو یاد کراتے رہے۔ اور جماعت میں قائم رکھتے رہے۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ تو ان کا آنا بنی اسرائیل کے لئے یونیورسٹی کا امتحان تھا۔ جسمیں پاس ہونے والوں کا گروہ فیل ہونیوالوں سے بالکل الگ ہو گیا۔ اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو گئے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (۶۱-۱۴) کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔ اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔ پس ایمان لانیوالوں کی ہم نے ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ عیسیٰؑ پر ایمان لایا۔ اور دوسرے نے عیسیٰؑ کا انکار کر دیا۔ بلکہ صرف فعل کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے متعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ غرض جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام آئے۔ تو ایک گروہ مؤمن ہو گیا۔ اور دوسرا کافر۔

ہمارا امتحان

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے ہم کو یہ خبر دی ہے کہ اے مسلمانو! یہ مت خیال کرو کہ تم صرف اتنا کہہ دینے سے چھوڑ دئے جاؤ گے۔ کہ ہم ایمان لائے۔ اور تمہارا امتحان نہ لیا جائیگا۔ کیونکہ کسی قوم کو تم سے پہلے اس طرح نہیں چھوڑا گیا۔ پس ممکن نہیں کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے۔ تو اس سے ہمیں خود بخود معلوم ہو گیا کہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی امتحان آنے والا ہے۔ جیسا کہ پہلی قوموں کا ہوا۔ اور پہلی قوموں کا جس طرح امتحان ہوا۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ ان کی طرف رسول بھیجے گئے۔ اور وہ لوگ جو مدعی تھے۔ کہ ہم خدا کی شریعت پر چلتے ہیں۔ اور خدا کے رسول کو مانتے ہیں۔ انہیں سے اس امتحان میں بعض پاس ہو گئے۔ اور بعض فیل۔ اور یہ دو فرقہ گروہ الگ الگ ہو گئے۔ دیکھو جب حضرت نوح علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے آکر تعلیم پیش کی۔ تو اس تعلیم کا امتحان لینے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے۔ ان کے بعد حضرت یعقوبؑ۔ حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت یوسفؑ سب حضرت ابراہیمؑ کے ماتحت تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت لیکر آئے۔ اور ان کے بعد ان کی تائید کرنے کے لئے نبی آتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آئے۔ جنہوں نے آکر فیصلہ کر دیا۔ اور ایک گروہ پاس ہو گیا۔ اور دوسرا فیل۔ ان مثالوں کے ہوتے ہوئے اگر احادیث میں حضرت مسیح موعودؑ کی مفصل طور پر خبر نہ بھی دی جاتی تو ہمیں یہ آیت ہی بتلا دیتی۔ کہ کوئی ایسا ہی امتحان ہمارے لئے بھی آنیوالا ہے۔ جیسا کہ پہلے زمانوں میں آتا رہا۔ اور اس امتحان کے وقت بھی اسی طرح مومنوں اور کافروں میں امتیاز قائم کیا جائے گا۔ جس طرح پہلے قائم کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن اب تو احادیث نے تصریح کر دی ہے۔ کہ جسطرح موسےٰ علیہ السلام کی اُمت کے لئے ایک ممتحن آیا تھا جس کا نام عیسیٰ تھا۔ اسی طرح اس اُمت کے لئے بھی ممتحن آئیگا۔ جس کا نام عیسیٰ ہو گا۔ پس چونکہ یہ امتحان ایسا ہے۔ کہ جس کا نمونہ بنی اسرائیل میں موجود ہے۔ اور بنی اسرائیل میں اس سے جو نتیجہ نکلا تھا۔ وہ ظاہر ہے۔ کہ ایک گروہ مومن قرار دیا گیا تھا۔ اور دوسرا کافر۔ اس لئے جب یہ امتحان لینے کے لئے موعود ممتحن آئیگا۔ تو جو اسے قبول کریگا۔ اور اس کے امتحان میں پورا اتریگا۔ اسے ایمان کا سرٹیفکیٹ دیا جائیگا۔ اور جو قبول نہ کریگا۔ وہ فیل ہو کر اس اُمت سے کاٹا جائیگا ؎

ممتحن کے پہچاننے کے نشانات

اب سوال ہوتا ہے کہ جب اتنا بڑا امتحان ہونیوالا ہے کہ جس کے ذریعہ صدق و کفر کا فیصلہ ہونا ہے۔ اُمت محمدیہ میں رہنے اور کٹ جانے۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی و ناکامی کا تصفیہ ہونا ہے۔ تو ضروری ہے کہ امتحان لینے والے ممتحن کے پہچاننے کے نشانات اور علامات ہوں۔ کیونکہ اگر اسے شناخت ہی نہ کیا گیا۔ تو کوئی امتحان میں کیونکر شامل ہو سکیگا۔ پس ضروری ہے کہ اسکی شناخت کی علامات ہوں ؎

اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ایسا ممتحن پہلی دفعہ آتا۔ اور اس سے قبل اسکی کوئی نظیر نہ ہوتی۔ تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ بے شک امر مشکل پیش آگیا۔ ہم کیونکر اس کی شناخت کریں لیکن چونکہ ایسے ہی ممتحن پہلے آچکے ہیں۔ اس لئے اس کا پہچاننا کوئی مشکل امر نہیں لیکن قبل اسکے کہ میں اس ممتحن کے پہچاننے کی علامات بیان کروں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ امتحان دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ امتحان جو ایک مخلوق دوسری مخلوق کا لیتی ہے۔ اور دوسرا وہ جو خالق اپنی مخلوق کا لیتا ہے۔ جو امتحان انسان انسانوں کا لیتے ہیں۔ اس سے ان کا یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ اپنے آپ کو علم کرائیں اور خود معلوم کریں کہ کیسی حالت ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ جو امتحان لیتا ہے۔ وہ اس لئے نہیں ہوتا کہ خدا علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اسلئے ہوتا ہے کہ بندہ کو بتلائے۔ کہ تو اس حالت میں ہے تو انسان جتنے امتحان لیتے ہیں۔ انکی غرض خود علم حاصل کرنا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا امتحان اسلئے ہوتا ہے کہ انسان کو اسکی حالت کا علم کرائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا علم اسکے وجود میں آنے سے بھی پہلے ہوتا ہے۔ پس آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ میں خدا تعالیٰ کے علم حاصل کرنے کے معنے نشان اور امتیاز قائم کرنے کے ہیں تاکہ سچے الگ ہو جائیں اور جھوٹے الگ ؎

اب ہم اس ممتحن کی شناخت کی علامات اور نشانات کی طرف آتے ہیں۔ اس کے لئے خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں بتایا ہے۔ کہ اگر تم ممتحن کو شناخت کرنا چاہو۔ تو اس طرح کر سکتے ہو فرمایا۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (۱۳-۴۳) اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے لست مرسلا تو رسول نہیں ہے۔ قل تو کہدے۔ کفیٰ باللہ شہیداً بینی و بینکم۔ کافی ہے۔ اللہ گواہی دینے والا میرے اور تمہارے درمیان۔ ومن عندہ علم الکتٰب اور کافی ہے وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے ؎

رسول کے آنے پر لوگ کافر نہیں بنتے بلکہ پہلے ہی کافر ہوتے ہیں

اس آیت میں ایک تو ویقول الذین کفروا ایک جملہ ہے اور لست مرسلاً دوسرا جملہ۔ تیسرا قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی و بینکم ہے۔ اور چوتھا ومن عندہ علم الکتٰب۔ ان میں کا ہر ایک جملہ اپنے اندر عظیم الشان حقیقت رکھتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ ویقول الذین کفروا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ اسپر سوال پڑتا ہے کہ کافر اسوقت ہوتے جب رسول کا انکار کرتے۔ پہلے سے ہی کیوں انہیں کافر کہدیا گیا۔ مقام اور محل کلام تو چاہتا ہے کہ یوں کہا جاتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں تو وہ کافر ہو گئے۔ مگر یہاں کہا یہ گیا ہے کہ کافر کہتے ہیں تو رسول نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کفر رسول کے انکار سے پہلے ہی موجود ہوتا ہے نہ کہ اس کے انکار کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو رسول آتے ہیں۔ وہ کسی

کو کافر بنانے کے لئے نہیں آتے۔ بلکہ کافروں کو ظاہر کرنے کے لئے آتے ہیں اور انہیں بتانے آتے ہیں کہ تم کافر ہو۔ باعث اس کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ممتحن آتا ہی اس وقت ہے۔ جبکہ لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ ہم درحقیقت کیا ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ حالانکہ وہ درحقیقت مومن نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر درحقیقت مومن ہوں۔ تو پھر کسی رسول کے آنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ پس چونکہ لوگ اپنی اصل حالت کو سمجھتے نہیں۔ اس لئے ان کو بتانے کے لئے رسول آتا ہے۔ تو بجائے اسکے کہ یہ کہا جاتا کہ جو لوگ کہتے ہیں تو رسول نہیں وہ کافر ہیں۔ یہ کہا گیا کہ کافر کہتے ہیں تو رسول نہیں۔ پس اس طرح رسالت کے انکار کو کفر کی دلیل ٹھہرایا گیا نہ کہ کفر کو رسالت کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ تو کفر کو سبب قرار دیا گیا۔ اور انکار رسالت کو مسبب۔ کیونکہ وہ کافر ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں۔ کافر کے لفظ کے دو معنے ہیں۔ اول ڈھانپ دینے والا۔ جیسے عربی میں رات کو کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ روشنی کو ڈھانپ دیتی ہے (۲) بے قدری کرنیوالے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ کفر اور شکر مقابلہ میں آتے ہیں ؎

جو ایک رسول کو نہیں مانتا وہ کسی کو بھی نہیں مانتا

تو جو رسول خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کو نہ ماننے والوں کو کافر اسلئے نہیں کہا جاتا کہ وہ مانتے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سچائی کو چھپاتے یا اس کی بے قدری کرتے ہیں تو اس پہلے جملہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو تیری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کسی رسول کو بھی نہیں مانتے۔ اگر مانتے تو تیرا انکار نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں یہ بتا دیا گیا ہے۔ کہ جو ایک رسول کا انکار کرتا ہے۔ وہ سب کا کرتا ہے۔ جیسا کہ آتا ہے۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ۔ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ۔ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ (۲۶-۱۰۵ تا ۱۰۸) جھٹلایا نوح کی قوم نے تمام رسولوں کو جب نوح نے ان کو تبلیغ کی۔ تو انہوں نے اسی کو نہ جھٹلایا۔ بلکہ تمام کو جھٹلا دیا۔ چونکہ سب نبی ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں۔ اسلئے حضرۃ نوح کا جھٹلانا سب نبیوں کا جھٹلانا قرار دیا گیا۔ تو اس پہلے جملہ میں کہ ویقول الذین کفروا لست مرسلا کافر کہتے ہیں۔ کہ تو رسول نہیں یہ بتایا ہے۔ کہ رسول کے آنے سے پہلے لوگ کافر ہو چکے ہوتے ہیں نہ کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر پیدا ہوتا ہے ؎

یہ میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ لوگوں کو ان کی موجودہ حالت اور کیفیت بتلانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا کرتے ہیں۔ اور جو کفر ان کے آنے سے پہلے ہی پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ اب یہ بتاتا ہوں کہ جبکہ لوگ رسول کا انکار کر کے اپنے کفر کو ظاہر کر دیتے ہیں تو ان میں کیونکر ایمان پیدا کیا جاتا ہے۔ اور کس طرح انہیں بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ خدا کا سچا رسول ہے۔ جبکہ رسول خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اس سے مراد خدا تعالیٰ

ہی کا فرض ہے کہ رسول کو شناخت کرنے کے نشانات اور علامات بتلائے۔ کیونکہ اگر لوگ اپنی محنت اور کوشش سے رسول کو پہچانیں۔ تو خدا تعالےٰ کا ان پر کیا احسان ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برہمو کے متعلق لکھا ہے کہ تم کہتے ہو۔ ہم خدا کو عقل کے ذریعہ شناخت کر سکتے ہیں۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے۔ تو تمہارا خدا پر احسان ہوا کہ وہ چھپا ہوا اور پوشیدہ تھا۔ تم نے اسے تلاش کر لیا۔ لیکن اگر خدا ہے۔ تو اسے اپنے آپ کو خود اپنے بندوں پر ظاہر کرنا چاہیئے۔ تو خدا تعالےٰ کو خود بتانا چاہیئے۔ کہ فلاں ہمارا رسول ہے۔ اسی لئے فرمایا قل کفی باللہ شهيدًا بيني وبينكم۔ تو کہدے کہ کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان۔ یعنے میں اپنے لئے آپ گواہ نہیں بنتا۔ اور نہ کسی اور کو بناتا ہوں۔ بلکہ اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے کافی ہے

رسول کی گواہی خدا کس طرح دیتا ہے

اب سوال ہوتا ہے کہ رسول نے دعوےٰ کیا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ اور ثبوت میں اس گواہ کو پیش کیا۔ کہ جس کو دنیاوی عدالتیں گواہی کے لئے طلب ہی نہیں کر سکتیں۔ یعنی خدا تعالےٰ کو کوئی گواہی دینے کے لئے نہیں بلا سکتا۔ دنیا میں گواہی لینے کی تین ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ گواہ کو عدالت میں طلب کر لیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ گواہی لینے والا خود گواہ کے پاس چلا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ گواہ کے پاس سوالات لکھ کر بھیجدئے جاتے ہیں۔ جنکے وہ جواب بھیج دیتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ سے ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی گواہی نہیں لی جا سکتی ہے۔ اس لئے جو یہ کہا گیا ہے کہ خدا کافی گواہ ہے۔ تو اس کی گواہی کیونکر لیجائے۔ پھر ایک یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ رسول کا شناخت کرنا تو خدا تعالیٰ کی گواہی پر رکھا گیا ہے۔ اور ادھر یہ حال ہے کہ بعض لوگ خدا کو ہی نہیں مانتے۔ اس لئے ان کے لئے یہ گواہی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ خدا کیونکر گواہی دیتا ہے ؎

خدا کے گواہی دینے کا ایک طریق

جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ گواہی دینے کی تین صورتیں ہیں اور خدا تعالےٰ تینوں صورتوں سے گواہی دیتا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہوتی ہے۔ کہ گواہ خود آکر گواہی دے۔ اس طریق سے اس گواہ سے گواہی لی جاتی ہے۔ جسے ادنیٰ اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (۱۶-۲۸)

فرمایا۔ پہلے لوگوں نے بھی جب رسولوں کا انکار کیا۔ ان کے مقابلہ میں تدبیریں کیں۔ تو خدا خود ہی اپنے رسول کی صداقت کی گواہی دینے کے لئے آ گیا۔ کہاں آیا ان کے گھروں میں۔ عدالتوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جج صاحب کرسی پر اونچی جگہ بیٹھتے ہیں۔ اور گواہ کو نیچے کھڑا کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ جن لوگوں

نے منکب انہ طریق سے خدا کی گواہی لینی چاہی۔ ان کے گھروں میں خدا نیچے سے آگیا اور گواہی کا ظہور اس طرح ہوا۔ کہ فخر علیہم السقف من فوقہم ان پر اوپر سے چھت گر پڑی۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ گواہی دینے کے لئے خدا نیچے سے آیا تھا۔ ایک گواہی لینے کا طریق یہ ہے۔ کہ گواہ کو اپنے پاس بلایا جاتا ہے۔ اور یہ طریق وہی استعمال کرتے ہیں۔ جو گواہ کو حقیر اور ادنیٰ سمجھتے ہیں یا اسے ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ انکے گھروں میں ہی آکر ہم گواہی دیتے ہیں ۔

خدا کے گواہی دینے کا دوسرا طریق۔

دوسرا طریق گواہی لینے کا یہ ہے کہ گواہ کے پاس جاکر گواہی لی جاتی ہے۔ اس طریق سے بھی خدا گواہی دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (۲-۱۸۲) جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں کہ گواہ کہاں ہے۔ جس سے ہم خود جاکر گواہی لیں تو کہدے کہ بالکل قریب ہے۔ وہ پوچھ لیں۔ میں انہیں جواب دونگا پس اس آیت میں فرما دیا کہ اگر لوگ میرے غلام اور فرمانبردار بندے ہو کر پوچھیں تو ان کو میں گواہی دیدونگا۔ یہ دوسرا طریق تھا گواہی کا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ میں تیار ہوں ۔

خدا کے گواہی دینے کا تیسرا طریق۔

تیسرا طریق یہ ہے کہ سوالات بھیجکر جواب منگائے جاتے ہیں اسکے متعلق فرمایا۔ ومن عندہٗ علم الکتٰب۔ کہ جس کسی کے پاس ہماری تحریر کے سمجھنے کا علم ہو۔ تو اس کو ہم اس ذریعہ سے بھی گواہی دینے کے لئے تیار ہیں جیسا کہ فرمایا۔ یقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفٰی باللّٰہ شہیدًا بینی وبینکم۔ کہ کافر کہتے ہیں تو رسول نہیں ہے تو کہدے میں خدا کو گواہی کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اس سے جس طرح چاہو۔ گواہی لے لو۔ وہ خود آکر بھی گواہی دیتا ہے۔ اور اپنے رسول کے لئے قدرت نمائی کرتا ہے۔ کس طرح؟ اس طرح کہ کہتا ہے دیکھو جس کو میں نے منتخب کر کے رسول بنایا ہے۔ اس کے پاس ان اسباب میں سے کچھ بھی نہیں جو تمہارے نزدیک ترقی کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے پاس اپنی جان بچانے کا بھی کوئی سامان نہیں ہے۔ لیکن ایسی حالت میں میں اسے کہتا ہوں کہ واللّٰہ یعصمک من الناس۔ اللہ تجھے لوگوں کے شر سے بچائیگا۔ اور اگر تمام دنیا بھی تمہارے مقابلہ پر کھڑی ہو جائیگی۔ تو بھی تمہیں نہیں مٹا سکیگی۔ بلکہ خود مٹ جائیگی۔ اب دیکھ لینا ایسا ہی ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ خدا تعالیٰ کی گواہی ہوتی ہے۔ جو انبیاء کی عصمت کے ساتھ ہوتی ہے۔

نبی کریم صلعم کے متعلق خدا کی گواہی

اب دیکھو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں گواہی کیسی صفائی کے ساتھ ملی تھی۔ آپ اس ملک میں مبعوث ہوئے۔ جہاں نہ کوئی قانون تھا۔ نہ انتظام۔ کہ آپ کے قتل کرنے سے کسی کو کوئی روک سکے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے آپ کے متعلق کہا۔ واللّٰہ یعصمک من الناس۔ خدا تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت اگر آپ کے دشمنوں کے پاس ہتھیار تھے۔ تو آپ اور آپ کے ساتھیوں کے پاس بھی ہتھیار تھے۔ لیکن اس زمانہ میں نہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہتھیار تھے۔ اور نہ آپ کی جماعت کے پاس۔ اس وقت آپکو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ واللّٰہ یعصمک من الناس۔ اللہ دشمنوں سے تیری حفاظت کریگا۔ چنانچہ اس نے کی۔ اور کوئی دشمن آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکا شاید کوئی کہے۔ کہ اس زمانہ میں گورنمنٹ کی طرف سے حفاظت کا انتظام تھا۔ اور کوئی کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔ اسلئے مرزا صاحب بچ گئے۔ اسکے متعلق ہم کہتے ہیں۔ کہ ذرا مختلف اضلاع کی سالانہ رپورٹوں کو تو پڑھو۔ کیا باوجود گورنمنٹ کے انتظام کے قتل ہوتے ہیں یا نہیں؟ پھر دیکھو یہ عجیب بات ہے یا نہیں؟ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت حفاظت کے جتنے سامان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت ان سے بہت بڑھ کر تھے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی قتل نہ کر سکا۔ لیکن حضرت عمرؓ ایسا جری اور بہادر انسان باوجود ایک عظیم الشان سلطنت رکھنے کے ہزاروں آدمیوں میں قتل کر دیا گیا۔ اور کوئی انہیں بچا نہ سکا۔ کیوں؟ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ بتا دے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں نے نہیں بچایا تھا۔ بلکہ خدا نے بچایا تھا۔ اگر مسلمان بچا سکتے۔ تو حضرت عمرؓ کو کیوں نہ بچا سکتے جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کی نسبت وہ بہت زیادہ تھے اور سامان بھی کافی رکھتے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ میں جبکہ کہا جا سکتا تھا۔ کہ گورنمنٹ کے انتظام کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب بچ گئے۔ خدا تعالیٰ نے بادشاہوں کو اس زمانہ میں قتل کرا کر بتا دیا ہے۔ کہ خدا ہی نے آپ کو بچایا۔ کیونکہ جب بادشاہ قتل کئے گئے جن سے بڑھ کر دنیاوی حفاظت کے سامان اور کسی کو میسر نہیں آ سکتے۔ تو اور کوئی ظاہری سامانوں سے کس طرح بچ سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ اس طرح اپنی قدرت کے ساتھ نبی کے سچا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ پھر اس کی قائم کردہ جماعت کو ترقی دیتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے مقابلہ پر کھڑے ہوں۔ ان کو فنا اور ذلیل کر دیتا ہے ۔

ملائکہ کے ذریعہ گواہی

دوسری گواہی دعا کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور اس کا طریق یہ ہے۔ کہ جب بندہ دعا کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے لئے ملائکہ کو بھیجتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ کہ جو لوگ خدا کے حضور پہونچ کر شہادت لینا چاہتے ہیں۔ اور خدا کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ملائکہ اترتے ہیں۔ ملائکہ کی گواہی اس طرح ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کی قبولیت اور محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب خدا کسی سے محبت کرتا ہے۔ تو جبرائیل کو آواز دیتا ہے۔ کہ میں نے فلاں سے محبت کی ہے۔ تو بھی اس سے محبت کر۔ جبرائیل آگے فرشتوں کو

یہی بات کہتا ہے۔ اور اسی طرح یہ پھیلتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس انسان کی قبولیت لوگوں میں رکھ دیجاتی ہے۔ یہ ملائکہ کے ذریعہ گواہی ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیجاتی ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرنیوالے اپنی کوشش اور سعی سے اپنی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر لیتے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ اگر ان کی محبت انسانی کوششوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تو جہاں وہ پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ عرصہ رہتے ہیں۔ وہاں ان کی زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ مگر آپ کی زیادہ قبولیت مدینہ میں ہوئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود قادیان میں پیدا ہوئے۔ مگر آپ کی قبولیت دُور دراز علاقوں میں زیادہ ہوئی۔ اگر یہ خدا کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت کا بیج نہیں ڈالا گیا تو اور کیا ہے۔ قادیان گورداسپور کے ضلع میں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو اضلاع ہیں۔ ان میں اگر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض دُور کے اضلاع میں زیادہ احمدی ہیں۔ اور قریب کے اضلاع میں کم۔ پھر یُو۔ پی میں احمدی کم ہیں۔ اور حیدرآباد دکن میں زیادہ۔ پھر مدراس میں کم ہیں۔ اور بہار میں زیادہ۔ یہ جو کسی علاقہ میں کم اور کسی میں زیادہ ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر یہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہوتا۔ تو چاہیئے تھا کہ ایک ترتیب سے تعداد میں ترقی ہوتی۔ کیونکہ انسانی فتح پہلے قریب قریب کے علاقوں کی ہوتی ہے۔ اور پھر ان کے بعد کے علاقوں کی۔ لیکن یہ خدائی فتح ہے۔ اور خدا مختلف علاقوں میں بیج ڈال رہا ہے۔

ملائکہ کے ذریعہ گواہی کا دوسرا طریق

دوسرا طریق ملائکہ کی گواہی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ الہام اور رؤیا کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قبولیت ڈالتے ہیں۔ چنانچہ یہاں جس قدر لوگ بیٹھے ہیں۔ ان میں سے اکثر نے حضرت مسیح موعود کو رؤیا اور الہام کے ذریعہ قبول کیا۔ اور شائد کوئی شخص ہی ایسا ہو جسے حضرت مسیح موعود کی صداقت کے متعلق رؤیا نہ ہوئی ہو اور اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کو بذریعہ الہام یہ اطلاع دی گئی تھی۔ کہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔ کہ تیری مدد کرینگے۔ وہ لوگ جن کو آسمان سے ہم وحی کرینگے۔ کہ جاؤ اس کی مدد کرو۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ ملائکہ کے واسطہ سے وحی ہوگی۔ تو ایک شہادت خدا تعالیٰ کی قدرت اور ملائکہ کے ذریعہ ہوتی ہے اور دوسری اس طرح کہ اپنے علم سے گواہی دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لکن اللہ یشھد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ۔ یہ علمی گواہیاں دو طرح سے ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ رسول کو خدا تعالےٰ ایسا کلام دیتا ہے۔ جو معجزہ ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں ساری مخلوق عاجز ہوتی ہے۔ اور اس کی مثل نہیں لا سکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی خلق اور مخلوق کی خلق میں فرق ہوتا ہے۔

خدا اور مخلوق کی خلق میں فرق

خدا تعالےٰ اپنی مخلوق میں جو خواص پیدا کر دیتا ہے وہ انسان پیدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ خدا نے جو خواص کسی چیز میں پیدا کئے ہوتے ہیں۔ انسان ان سے کام لے سکتا ہے۔ مثلاً دیکھو زمین میں جو گنا بویا جاتا اور اس کو پانی دیا جاتا ہے۔ اس میں خدا مٹھاس پیدا کر دیتا ہے۔ مگر انسان ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ آٹے کو اس میں مٹھاس پیدا کر دے ہاں خدا کا پیدا کیا ہوا میٹھا لے کر اس میں ڈال دے۔ تو وہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ تو جس طرح صنعت بشری اور مخلوق خدائی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کے کلام اور بشری کلام میں فرق ہوتا ہے۔ بشری کلام کے ایک آدھ معنی ہوتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کے کلام کے بے شمار معانی ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کو دیکھ لو۔ شروع سے مسلمان اسے پڑھتے اور تفسیریں لکھتے رہے ہیں۔ مگر ابھی تک اس کے معارف ختم ہونے میں نہیں آتے۔ بلکہ روز بروز نئے نئے حقائق اور معارف کھلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی نئی نئی خاصیتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً پانی ہے۔ ابتدا میں اسے صرف پیاس بجھانے اور کھیتوں کو بچانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن پھر اس سے بھاپ پیدا کر کے جر ثقیل کا کام لیا گیا۔ پھر اس سے بجلی پیدا کی گئی۔ پھر اس کے ذریعہ بیماریوں کا علاج دریافت ہوا۔ اور ابھی اسی پر بس نہیں۔ نہ معلوم اور کتنی خاصیتیں ظاہر ہونگی۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کے کلام میں بھی بے شمار خاصیتیں ہوتی ہیں۔

خدا تع کی اپنے کلام کے ذریعہ گواہی

خدا تعالےٰ اپنے رسول کو اپنا کلام دے کر گواہی دیتا ہے۔ کہ اے انسانو! اگر اس کا دعوےٰ جھوٹا ہے۔ اور اسے خدا نے نہیں بھیجا۔ تو میں اس کو ایک کلام دیتا ہوں تم سب مل کر اس کی مثل لاؤ۔ لیکن اگر نہ لا سکو۔ تو پھر سمجھ لو۔ کہ خدا نے اپنے کلام کے ذریعہ اس کی صداقت پر مُہر کر دی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اس طریق سے اپنی گواہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت دی۔ اور اب پھر اس کو تازہ کیا ہے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت تو قرآن کریم کو بطور معجزہ پیش کیا گیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کو باوجود اسکے کہ آپ عرب نہ تھے۔ عجم تھے۔ پھر آپ نے عرب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ آپ کو عربی میں اعجاز دیا گیا۔ اور یہ اعجاز بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ قرآن کریم پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ وہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ اس کے اُٹھانے کے لئے ہے۔ اور آپ کا اعجاز نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعجاز کو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے یہ بہت بیّن اعجاز ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب تھے۔ اور آپ کی زبان عربی تھی۔ اسلئے اعتراض کرنیوالے کہتے ہیں کہ آپ کا عربی میں کلام پیش کرنا کوئی معجزہ نہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود تو پنجاب کے رہنے والے تھے۔ آپ کی زبان عربی نہ تھی۔ آپ کبھی عرب میں نہیں گئے۔ باوجود اسکے آپ کو عربی میں ایسا اعجاز دیا گیا۔ کہ آپ نے دعوےٰ کیا کہ عرب اور شام کے علماء آئیں۔ اور میرے مقابلہ میں آکر عربی میں لکھیں۔ لیکن کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تو علم کے ذریعہ خدا تعالےٰ کی شہادت کا ایک یہ طریق ہے۔ اور دوسرا یہ ہے۔ کہ

صرف خدا تعالےٰ کو ہی عالم الغیب ہونے کی خصوصیت ہے۔ اور کوئی نہیں جس کو آیندہ کا کچھ بھی علم ہو ؂

علم غیب کی تشریح

قبل اس کے کہ میں خدا تعالیٰ کی گواہی کے اس طریق کی تشریح کروں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ علم غیب سے مراد وہ باتیں نہیں۔ جو لوگ عقل اور قیاس سے معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ امر آپ لوگوں سے مخفی نہیں کہ صرف عقل کسی علم کے حاصل کرنے اور تحقیق کی حد تک پہنچانے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے لئے عقل کے ساتھ ایک قیاس اور تین اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ قیاس تو یہ ہوتا ہے۔ کہ آج سورج نکلا۔ دوپہر آئی اور شام ہوئی۔ اس سے سمجھ لیا گیا کہ کل بھی ایسا ہی ہو گا۔ اور پرسوں بھی ایسا ہی۔ یہ قیاس ہوا اور یہ انہی اُمور کے متعلق ہوتا ہے۔ جو روزمرہ پیش آتے ہیں۔ اور دنیا کی اکثر باتوں کا مدار قیاس ہی پر ہے۔ مثلاً تجارت۔ زراعت اور دوسرے کاروبار قیاس پر ہی ہوتے ہیں اس کے لئے کثرت واقعات کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو پھر قیاس نہیں چلتا۔ اور علاوہ قیاس کے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل۔ اگر عقل گذشتہ زمانہ کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ تاریخ سے مدد لے۔ مثلاً اگر کوئی یہ دریافت کرنا چاہے؟ تو اس وقت تک نہیں معلوم کر سکتی۔ جب تک کہ اس کی مدد نہ ہو۔ مثلاً اسوقت جو حاضرین بیٹھے ہیں۔ وہ اگر کان اور آنکھوں سے مدد نہ لیں۔ اور صرف عقل سے معلوم کرنا چاہیں۔ کہ میں لیکچر دے رہا ہوں یا نہیں تو معلوم نہیں کر سکتے تو موجودہ حالات معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حواس عقل کی مدد کریں۔ تیسرے آیندہ زمانہ کے وہ حالات جو قیاس سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان کے معلوم کرنے کے لئے انسان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ سوائے اسکے کہ خدا کی طرف سے علم دیا جائے۔

خدا کی اپنے علم کے ذریعہ گواہی

اس امر کے جاننے کے بعد میں بتاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے علم سے کس طرح گواہی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ایک خاصہ یہ ہے۔ کہ وہ علم غیب جانتا ہے۔ اور علم غیب وہ علم ہے۔ جو قیاسات عقلیہ میں نہیں آتا۔ اگر کوئی کہے۔ مجھے علم ہے۔ کہ کل دن چڑھے گا۔ دوپہر ہوگی۔ اور پھر شام ہو جائیگی۔ تو اسے یہ نہ کہینگے۔ کہ علم غیب جانتا ہے۔ کیونکہ یہ واقعات ایسے ہیں۔ جو مادہ قیاس میں آ سکتے ہیں۔ اور یہ کثیر الوقوع ہیں۔ اور ان کے خلاف کبھی نہیں ہوتا۔ یہ جو قرآن کریم میں آیا ہے۔ وما تدری نفس ماذا تکسب غدا۔ کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کریگا یہ انہی شخصی حالات کے متعلق ہے۔ جو قیاسات سے نہیں معلوم ہو سکتے۔ بلکہ خاص ذریعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ تو خدا اپنے علم کے ساتھ جو گواہی دیتا ہے۔ وہ یہ ہوتی ہے کہ خدا کی طرف سے جو انسان آتا ہے۔ اس کی نسبت یہ بتلانے کے لئے کہ میرے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اس کے لئے خدا تعالےٰ جس طرح قدرت نمائی کرتا ہے۔ اس طرح اسے غیب کے علم سے بھی حصہ دیتا ہے۔ نبی بالذات علم غیب نہیں رکھتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے اسے حصہ مل جاتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہوتی ہے کہ جس تار کا تعلق بجلی سے ہو۔ وہ روشنی دیتی۔ مشینیں چلاتی۔ خبر پہنچاتی ہے۔ لیکن جو الگ ہو اور جس کا بجلی سے تعلق نہ ہو۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ تو رسول بشر ہوتے ہیں۔ اور علم غیب سے اپنی ذات میں کوئی حصہ نہیں رکھتے۔ مگر چونکہ خدا تعالےٰ سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو علم غیب ملتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس علم کے ذریعہ سے ان سے وہ باتیں کہلواتا ہے۔ جو قیاس میں تو نہیں آ سکتیں۔ مگر وقت پر پوری ہو جاتی ہیں۔ اس کیلئے حضرت مسیح موعود کے ابتدائی زمانہ کی طرف دیکھو۔ اور سوچو کہ ایک شخص جو کوٹھڑی اور حجرہ میں الگ بیٹھا رہتا ہے۔ انتہا درجہ کا خلوت پسند ہے۔ کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔ اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسوقت اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ I shall give you a large party of Islam۔ میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا۔ کیا یہ امر قیاس میں آ سکتا تھا۔ اگر جو لوگ حجرہ نشین ہوتے۔ اور وہ خبریں دیا کرتے کہ ہمیں اتنی بڑی جماعت مل جائیگی۔ اور وہ مل جایا کرتی۔ تو حضرت مرزا صاحب بھی قیاس کر لیتے کہ جب میں یہ کہوں گا تو یہ بھی ہو جائیگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی ایسے حجرہ نشین نہیں۔ جو ایک وقت اپنی طرف سے کہدیتے ہوں۔ کہ ہمیں ایک بڑی جماعت مل جائیگی۔ اور انہیں ملجاتی ہو۔ تو حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کوئی قیاسی امر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کسی انسان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ قیاس سے ایسی بات کہے اور پھر وہ پوری بھی ہو جائے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہوئے ہیں وہ ان تماش بینوں کی طرح آ گئے ہیں۔ جو سرِ راہ ڈگڈگی بجتی دیکھ کر آ جاتے ہیں تاکہ یہ کہا جا سکے کہ چونکہ انہوں نے ایک نیا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے قیاس کر لیا کہ اسے سنکر خواہ مخواہ لوگ آ جائینگے۔ جسطرح تماشہ دیکھنے کے لئے آ جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ ایک تماشہ کرنیوالا جانتا ہے کہ میرے خلاف کوئی آواز نہ اٹھیگی۔ اس لئے کچھ نہ کچھ لوگ آ ہی جائینگے۔ لیکن وہ آواز جس کے متعلق بولنے والے کو اطلاع ہو۔ کہ جب میں ایک کلمہ مُنہ سے نکالوں گا۔ تو ہزاروں اس کی مخالفت کرنے کے لئے کھڑے ہو جائینگے اسکے قیاس میں ہرگز نہیں آ سکتا کہ ایک بڑی جماعت میری آواز پر لبیک کہتی ہوئی آ جائیگی۔ تو حضرت مرزا صاحب کو جو خبر دیگئی۔ وہ قیاس نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ کو ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ شدید مخالفت بھی ہو گی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ خبر کس طرح پوری ہوئی۔ حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ اور وعدہ کیا ہے۔ کہ دور دراز سے لوگ تیرے پاس آئینگے۔ ان کو روکنے کے لئے ہزاروں سامان کئے جائینگے۔ لیکن وہ ضرور آ جائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیا یہ ایک بے نظیر بات نہیں ہے۔ دیکھئے اگر ایک روپیہ ہو۔ اور اسپر لاکھوں سپاہیوں کا پہرہ ہو۔ مگر اسے ایک اکیلا انسان اٹھا کر لیجائے۔ تو اس سے بڑھ کر بہادر اور قوی کون ہو سکتا ہے۔ یہی حال نبی کا ہوتا ہے۔ جو انسان نبی کی طرف آتے ہیں۔ ان کو لاکھوں قسم کی روکاوٹیں پیش آتی ہیں انہیں پہلے اقوال پہلی عادات چھوڑنی پڑتی ہیں۔ پہلی رائیں بدلنی پڑتی ہیں۔ ان سب روکوں کے علاوہ انہیں مذہبی لیڈر روکتے ہیں۔ پھر گھر کے بال بچے کنبہ روکتا ہے جسمانی حالات پر اثر پڑتا ہے۔ اب ایک طرف اتنی باتیں کھینچتی ہیں۔ اور دوسری طرف خدا کا مسیح بلاتا ہے۔ ایسی صورتیں اس کی طرف ایک ایک انسان جو جاتا ہے۔ وہ اسی کی

صداقت کا نشان ہے یا نہیں؟ ضرور ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ مجھے قبول کرنیوالا ایک ایک انسان میری صداقت کا نشان ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی علم سے جو شہادت ہوتی ہے کہ علم غیب سے نبی کو جو بات بتاتا ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انسان کا خدا سے تعلق ہے۔

گواہی کا تیسرا طریق

تیسرا طریق شہادت کا میں نے بتلایا تھا کہ سوالات بھیجے جاتے ہیں۔ اور گواہ اپنے جواب لکھ کر ارسال کر دیتا ہے۔ اور تحریر پہچاننے والے کہہ دیتے ہیں کہ یہ اسی کی ہے اور اسی کی طرف سے آئی ہے۔ یوں خط معتبر نہیں ہوتا۔ ہاں جب شناخت کرنیوالا اس کی تصدیق کر دے تو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اسکے متعلق فرمایا۔ قل کفیٰ باللّٰہ شہیدًا بینی و بینکم و من عندہٗ علم الکتٰب۔ کہ کہدے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور وہ لوگ جن کے پاس خدا کی تحریر ہے یعنے جو اس کی تحریر کو شناخت کرنیوالے ہیں یہ گواہی کیا ہوتی ہے۔ یہ علماء کی گواہی ہوتی ہے۔ جو خدا کے فرستادہ کی طرف آتے اور اسے قبول کرتے ہیں۔ اب جبکہ علماء کا ذکر آیا ہے کہ یہ بھی خدا کے رسولوں کے گواہ بنتے ہیں۔ تو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ علمائے ربانی اور جھوٹے علماء میں کیا فرق اور امتیاز ہوتا ہے تاکہ جھوٹے علماء کے دھوکہ میں کوئی نہ آجائے۔ اس فرق اور امتیاز کے پہچاننے کا ذریعہ خدا تعالیٰ رسولوں کے زمانہ میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کو اپنی کتاب کا علم دیتا ہے اور وہ مخالفین کو اپنے مقابلہ پر بلاتا ہے۔ جو عاجز ہو جاتے ہیں اور مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انکے پاس کوئی علم نہیں۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو پیش کیا تو علماء کہلانے والوں نے آپ پر کفر کے فتوے دئیے۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے یہ ثابت کیا کہ تم کہتے ہو میں اسلام سے خارج ہوں۔ اور تم حقیقی مسلمان ہو۔ لیکن کوئی حقیقی مسلمان اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک قرآن کریم کو نہ جانتے اور اس کی تفسیر کا علم نہ رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کریم میں بتلایا گیا ہے کہ کون اسکو شناخت کرتے ہیں فرمایا لا یمسّہٗ الّا المطہّرون۔ نہیں چھو سکتے اس قرآن کو یعنی اس کا مطلب نہیں جان سکتے۔ مگر وہی جن کو خدا نے [illegible] سے پاک کیا ہو۔ پس اگر تم لوگ حقیقی مسلمان ہو تو اپنی قرآن دانی کا ثبوت دو۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود نے اشتہار دیا اور لکھا کہ اے علماء کہلانیوالو! تم کہتے ہو کہ تو خدا کی طرف سے نہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا کی کتاب کا صحیح علم رکھنے والا قرار دیتے ہو اور اسی بناء پر مجھے اسلام سے خارج کرتے ہو۔ آؤ اس کی تفسیر عربی میں لکھیں اور تمہارے ہی علماء اس کے حکم ہوں کہ عربیت اور معانی کے لحاظ سے کس کی تفسیر اعلیٰ ہے۔ لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ اور کسی نے اس کی جرأت نہ کی۔ تو علمائے ربانی اور دوسروں میں فرق معلوم کرنے کا یہ طریق ہے کہ وہ ان کے سامنے عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن جو انکو شناخت کر لیتے ہیں۔ اور اس کے دعاوی کو قبول کر لیتے ہیں وہ ثبوت دیتے ہیں اس بات کا کہ وہ حقیقی علم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ (۲-۱۴۱) کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی یعنے کتاب کا علم دیا وہ جیسے اپنے بیٹوں کو شناخت کر لیتے ہیں اسی طرح خدا کے فرستادہ کو شناخت کر لیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شناخت نہیں کرتے انکے پاس علم نہیں ہوتا۔ اور وہ کتاب دانی کا جو دعویٰ کرتے ہیں وہ غلط اور جھوٹا ہوتا ہے۔

برگزیدہ خدا کی ذاتی گواہی

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی گواہی ہو گئی۔ اور علماء نے بھی دیدی۔ لیکن اگر وہ شخص ایسا ہو کہ اسکے حالات اس قابل نہ ہوں کہ یہ گواہیاں اسپر صادق آسکیں تو پھر کیا کیا جائے۔ مثلاً ایک شخص کے متعلق سو آدمی کہے کہ اچھا بولتا ہے۔ مگر جب اُسے بلوائیں تو چند جملے بھی اچھی طرح نہ بول سکے۔ تو یہی کہنا پڑیگا کہ اسپر گواہی منطبق نہیں ہو سکتی۔ اسلئے ضروری ہے کہ جو خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے کرے۔ اسکے حالات ایسے ہوں کہ جن سے گواہی مطابقت رکھے۔ اور اس کے شخصی حالات اس کی زندگی کو پاک اور مطہر ثابت کریں۔ اسکے لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نصاریٰ نے اعتراض کیا ہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کچھ نصاریٰ غلام تھے وہ انہیں قرآن تصنیف کر کے دیتے تھے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قول نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال اور قال پر صادق آتا ہے یا نہیں۔ اگر صادق آتا ہے تو اعتراض درست ہے۔ لیکن اگر صادق نہیں آتا تو لغو ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر رسول کریم کو کچھ نصاریٰ عربی عبارت بنا کر دیتے تھے جسے آپ قرآن کی صورت میں پیش کرتے تھے تو ان نصاریٰ نے قرآن میں یہ کیا کہدیا ہے کہ مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھنے والے کافر ہیں۔ کیا کوئی نصرانی یہ کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جو اعتراض نصاریٰ کرتے ہیں وہ رسول کریم کے حال اور قال کے بالکل خلاف ہے اسلئے لغو ہے۔ تو بات وہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جو اس شخص کے حالات پر منطبق بھی ہو سکے۔ جس کے متعلق کہی جائے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں جس شخص نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا اسکے حالات کیسے ہیں۔ اگر وہ نعوذ باللہ مفتری اور جھوٹا ہے تو اس کا دل سیاہ اور اعمال گندے ہونگے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ پر افترا کرنا سوائے اسکے جس کا دل سیاہ ہو اور جو ہر سے بخوف ہو اور کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر وہ شخص جھوٹا ہے تو اسکے حالات پاک نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اسکے ذریعہ کسی کو پاکیزگی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو دیکھو۔ دعوے سے پہلے آپ کی کیا حالت تھی۔ اور پھر بعد میں کیسی ہوئی۔ ان لوگوں کو چھوڑو۔ جنہوں نے دن رات آپ کی مخالفت کرنا اور آپ پر طرح طرح کے اعتراض کرنا اپنا فرض سمجھ رکھا ہے یہ دیکھو کہ آپ نے اسلام کی اشاعت اور تائید میں کس قدر کام کیا۔ اور دن رات آپ کو کس بات کی فکر لگی رہتی تھی۔ اس کے لئے دنیا گواہی دیتی ہے کہ آپ کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ اور آپ دین کے خادم اور اچھے انسان تھے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جب آپ اچھے اور نیک انسان تھے۔ تو کیا ایسا شخص جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید جنون ہو گیا ہو۔ لیکن جب آپ کے حالات پر نظر کی جاتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے جھوٹا دعوےٰ کیا۔ جب مشرکین دیکھتے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک اور ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔ تو وہ کہدیتے۔ کہ یہ مجنون ہے

جھوٹ نہیں بولتا۔ مگر اس کے اختیار کی بات نہیں ہے۔

مجنون اور غیر مجنون میں فرق

اس پر قرآن کریم نے مجنون اور غیر مجنون میں تمیز کرنے کا طریق بتایا ہے۔ تاکہ اس وجہ سے کسی کو دھوکہ نہ لگے۔ اور وہ یہ ہے فرمایا۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ (۶۸ - ۱ تا ۶) کہ قلم اور وہ جو لکھا جا رہا ہے یا جو لکھ رہے ہیں۔ وہ شاہد ہے اس امر پر کہ تو مجنون نہیں ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت قرآن لکھا گیا تھا اور قرآن ایسی کلام ہے۔ جو بتلاتی ہے کہ یہ کسی مجنون کے منہ سے نکلی ہوئی نہیں ہے۔ اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے جو بیسیوں کتابیں نکلی ہیں۔ ان کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مجنون کی لکھی ہوئی ہیں تو فرمایا تحریر ہے۔ جس سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ یہ مجنون ہے یا نہیں۔ دوسری دلیل یہ دی کہ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ۔ کہ مجنون کی محنت کا تو کوئی پھل نہیں ہوتا۔ اور اس کے کلام کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا مجنون اگر ساری رات پہرہ دیتا رہے تو اسے کوئی تنخواہ نہیں ملتی۔ اور اگر سارا دن بولتا رہے۔ تو کوئی توجہ نہیں کرتا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ تیری محنت کا تو وہ بدلا ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ بلکہ بڑھتا ہی جائے گا چنانچہ دیکھ لو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے جو پودا لگایا تھا۔ وہ کس طرح پر بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کیسے اعلےٰ پھل دے رہا ہے۔

تیسری دلیل یہ دی کہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ جو مجنون ہوتا ہے۔ اس کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے۔ وہ دوست سے دشمنی اور دشمن سے دوستی کر لیتا ہے۔ کوئی اس پر اعتماد نہیں رکھتا۔ مگر تو ایسے اعلےٰ اخلاق پر ہے کہ دوست تو دوست دشمن بھی ان کے اعلےٰ ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور وہ اخلاق ہر رنگ میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اب دیکھ لو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے رشتہ داروں اپنی بیوی اپنے بچوں اپنے دوستوں۔ اپنے دشمنوں سے کیسا سلوک تھا۔ اور کیسے اخلاق سے برتاؤ کرتے تھے۔ جب سارے تعلقات میں آپ کے اخلاق نہایت اعلےٰ درجہ کے تھے۔ تو کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایسے اخلاق کا انسان مجنون ہے۔ سب سے بڑا خلق صبر اور مادہ برداشت کا ہونا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ صبر سے بڑھ کر کوئی چادر وسیع نہیں۔ اس لئے جو انسان صبر میں پورا اترتا ہے۔ وہ بڑا بہادر اور جری ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ کہ تم بہادر کس کو کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہ جو اپنے دشمن کو لڑ کر پچھاڑ دے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ سب سے بڑا بہادر وہ ہے۔ جو الذی یملك نفسه عند الغضب کہ غضب کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔

حضرت مسیح موعود کا استقلال۔

اب دیکھئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قسم قسم کے حوادث آئے۔ کئی طرح اور کئی رنگ کے مقدمے آپ پر بنائے گئے کئی قسم کی مشکلات میں آپ کو پھنسایا گیا۔ مگر کیا آپ نے کسی بڑے سے بڑے مشکل وقت میں بھی جھوٹ۔ فریب۔ دھوکہ۔ دغابازی سے کام لیا ہرگز نہیں۔ پھر کیا آپ نے کبھی جزع فزع بے دلی اور اداسی کا اظہار کیا قطعاً نہیں۔ حضور نے خود کئی واقعات لکھے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ کسی نے پارسل میں سانپ بھیجا ہے۔ جس کو میں نے مچھلی بناکر واپس کر دیا۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ میں نے ایک شخص کو پیکٹ بھیجا۔ جس میں خط بھی رکھ دیا۔ اس نے وہ خط ڈاکخانہ والوں کو دے دیا۔ اور انہوں نے مقدمہ دائر کر دیا۔ جو تحقیقات کے لئے گورداسپور آیا۔ اس موقعہ پر وکلاء نے کہا کہ بچنے کی یہی صورت ہے کہ کہدیا جائے۔ کہ میں نے پیکٹ میں خط ڈالکر نہیں بھیجا تھا بلکہ الگ بھیجا تھا۔ دشمنی سے کہدیا گیا ہے۔ کہ میں نے پیکٹ میں ڈال کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جبکہ میں نے خود پیکٹ میں ڈالکر بھیجا ہے تو اس سے انکار کس طرح کر دوں۔ چنانچہ جب پیشی ہوئی۔ اور جج صاحب نے پوچھا کہ کیا یہ آپ کا خط ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا ہی خط ہے۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا آپ نے اسے پیکٹ میں ڈال کر بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے ڈالا تھا۔ اس نے کہا کیوں ڈالا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے اسی مضمون کے متعلق ہونے کی وجہ سے جو پیکٹ میں بھیجا گیا تھا۔ ڈال دیا تھا۔ اس سے میری غرض ڈاکخانہ کے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کرنا اور نقصان پہنچانا نہ تھی۔ جج نے یہ سنکر آپ کو بری کر دیا۔ سرکاری وکیل وغیرہ بڑا زور لگاتے رہے۔ لیکن جج صاحب نے ان کی ایک نہ سنی۔ یہ ایک مثال ہے۔ اس بات کی کہ جب حضرت مسیح موعود ایک سخت مشکل میں پڑ گئے۔ تو بھی آپ نے صداقت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ پھر اور کئی موقعہ پر حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں آپ کے صبر اور خدا تعالےٰ کی رضاء پر راضی ہونے کے نمونے دیکھے گئے ہیں۔ آپ کا شعر ہے۔

لنا عند المصائب یا حبیبی رضاء ثم ذوق وارتیاح

یعنے اس وقت جبکہ ایک نہیں بلکہ کئی مصائب آ جاتے ہیں۔ مجھے تین باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں مُصیبت پر راضی ہوتا ہوں دوسرے یہ کہ اس سے مجھے مزا آتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس سے میری کوفت دور ہو جاتی ہے۔ اس شعر کو وہ شخص تو شاعرانہ کلام کے طور پر سمجھ سکتا ہے۔ جس نے آپ کی صحبت نہیں اُٹھائی۔ لیکن جس نے آپ کو دیکھا۔ اور جو آپ کی صحبت میں رہا۔ وہ جانتا ہے کہ واقعی مصائب کے وقت آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود کے صاحبزادے مُبارک احمدؓ فوت ہوئے۔ تو یہ خبر سُنکر مَیں نے اپنی بیوی کو کہا۔ کہ حضرت اقدسؑ کے گھر جاؤ۔ اور دیکھو کہ آپ کے گھر میں اس وفات کا کیا اثر ہے۔ وہ گئیں۔ اور واپس آکر انہوں نے مجھے بتایا کہ بچہ کو نہلایا جا رہا ہے۔ اور معلوم نہیں حضرت صاحب اور بیوی صاحب کہاں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ کو کفن پہنا کر باہر لایا گیا۔ اور چونکہ قبر کے تیار ہونے میں ابھی دیر تھی اس لئے باغ میں حضرت مسیح موعود بیٹھ گئے۔ اور حضرت خلیفہ اول رضؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ مولوی صاحب خوشیوں اور شادیوں کے دن کبھی کبھی مُیسّر ہُوا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا مولوی صاحب ہمارے گھر میں یہ مبارک موقعہ کئی سال کے بعد آیا ہے۔ یہ کہکر فرمانے لگے عام لوگ ایسی ہی باتوں کو دیکھ کر کہدیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ مجنون ہیں۔ مگر ہم مجنون نہیں ہوتے۔ ایسے موقعہ پر ہمیں خوشی اس لئے ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان کی اصلاح کے لئے دو قانون بنائے ہوئے ہیں۔ ایک قانون قضا ہے۔ اور دوسرا قانون شریعت قانون شریعت انسان کو دیا گیا ہے۔ کہ وہ اسے اپنے طور پر استعمال کرے۔ اور قانون قضا خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہُوا ہے مثلاً نماز انسان کی اصلاح اور پاکیزگی کے لئے ایک اعلےٰ ذریعہ ہے اس کے متعلق انسان کو اختیار ہے۔ کہ اگر وضو نہیں کر سکتا۔ تو تیمم کرکے پڑھ لے۔ اگر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ اگر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ تو لیٹ کر پڑھ لے۔ لیکن جو انسان ان رعایتوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ بلکہ اپنے نفس کی رعایت کرتا ہے۔ وہ کب پاک ہو سکتا ہے۔ مگر قانون قضا خدا تعالےٰ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس کے مطابق خدا تعالےٰ کسی کی اصلاح کے لئے جتنا ضروری سمجھتا ہے۔ اسے کانٹ چھانٹ دیتا ہے۔ تو فرمایا چالیس سال کی نماز وہ کام نہیں کرتی۔ جو پانچ منٹ قضاء کے حکم پر صبر کرنے سے ہوتا ہے۔ اب غور کرو جس راستہ کو چالیس سال کے عرصہ میں طے کرنا ہو۔ وہ پانچ منٹ میں طے ہو جائے۔ تو کسقدر خوشی اور مسرت کا موقعہ ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی شناخت کے ذرائع

اس قسم کے حالات اور واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب واقعی خدا تعالےٰ کے فرستادہ انسان تھے۔ اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ آپ کو شناخت کرنے کے کوئی اور طریق بھی ہیں یا نہیں؟ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (۵۱ - ۲۰) کہ زمین میں بھی بہت سے نشان ہیں۔ اور تمہارے نفسوں میں بھی۔ مگر افسوس! تم ان کو دیکھتے نہیں۔ انسان کو کبھی کسی چیز کی شدت ظہور کی وجہ سے اس سے غفلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ دانت منہ میں ہیں۔ یُوں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی کوئی چیز ہیں۔ لیکن جب جاتے ہیں۔ تو ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سے واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بہت قریب ہونے کی وجہ سے ان سے غافل رہتا ہے۔ تو فرمایا زمین میں بھی بہت نشان ہیں۔ اور تمہارے نفسوں میں بھی۔ مگر تم نہیں دیکھتے۔ چونکہ خدا تعالےٰ کے رسُولوں کا ماننا ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اگر بڑے بڑے علماء کا ماننا ہی ضروری ہو۔ اور وہی مخاطب ہوں۔ تو انہیں کو سزا ہونی چاہیئے دوسروں کو نہیں ہونی چاہیئے۔ مگر چونکہ سب کو سزا ملتی ہے۔ اس لئے شناخت کرنا بھی سب کا فرض ہے۔ اور اس کے لئے شناخت کے ذرائع بہت وسیع ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہیں۔ مگر چونکہ بعض انسان ہوتے ہیں۔ اور بعض بشکل انسان حیوان۔ اس لئے انبیاء کی شناخت کے جہاں علمی رنگ کے نشان ہوتے ہیں۔ وہاں ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے عوام کالانعام فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے اپنی یہ سنت رکھی ہوئی ہے کہ زمین میں ایسے ایسے عظیم الشان نشان رونما کرتا ہے۔ کہ جن کا اثر ہر گھر اور ہر جگہ میں نظر آتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے:۔

"دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا"

اب دیکھ لو یہ الہام کس صفائی سے پُورا ہو رہا ہے۔ زمین کس طرح زلزلوں۔ قحطوں اور مرضوں کے ذریعہ بتا رہی ہے۔ کہ میں جو لوگوں کے مقابلہ میں سرکشی کر رہی ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے سے ایک بالا کی سرکشی کی ہے۔ پس ہر گھر میں قحط خبر دے رہا ہے۔ کہ سوچو اور غور کرو کہ میرے آنے کی کیا وجہ ہے۔ اور کیوں میں تمام دُنیا میں پھیل رہا ہوں۔ بیماری

کہتی ہے۔ کہ میری طرف دیکھو اور پہچانو کہ میرے ساری دُنیا میں پھیل جانے کا کیا باعث ہے۔ اسی طرح ہر ایک مصیبت اور بلا کہہ رہی ہے۔ یہ زمین کے نشانات ہیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ ؎

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

پھر اپنے نفس کی گواہی ہے۔ اور یہ گواہی بہت صاف اور واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ اپنے اندر کی گواہی ہوتی ہے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کے نبی کو مانتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو انکار کرتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ اپنی ذات میں اس کے لئے نشان ہوتے ہیں جو مخالفت کرتے ہیں وہ تو اس طرح کہ وہ سوچیں۔ کہ ہم اس کی اسی طرح مخالفت تو نہیں کر رہے۔ جس طرح پہلے نبیوں کی گئی تھی۔ اگر اسی طرح کی ہے تو معلوم ہوا کہ نبی سچا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے فتنہ انداز لوگ ہوتے ہیں۔ مگر کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ ساری دُنیا میں ان کی مخالفت پھیل گئی ہو یہ صرف نبیوں ہی کے متعلق ہوتا ہے پس مخالفین کو اپنے اعمال اور افعال سے پوچھ لینا چاہیئے کہ جو مخالفت ان سے ظاہر ہو رہی ہے وہ ایسی ہی تو نہیں۔ جیسی پہلے انبیاء کی ہوئی۔ ایک شخص نے مجھے کہا کہ اس وقت ہمارے ہاتھ میں تلوار نہیں۔ ورنہ تمہیں بتلا دیتے۔ کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود کس طرح مانتے ہو۔ میں نے کہا۔ تمہارے بڑے ابوجہل نے تلوار لے کر دیکھ لیا تھا کہ کیا انجام ہوتا ہے۔ اب اگر تمہارے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو ہمارے ہاتھ میں بھی ضرور ہوتی۔ اور ہم بھی تمہیں وہی مزا چکھا دیتے۔ جو تم سے پہلوں نے چکھا تھا۔ پس اس وقت حضرت مرزا صاحب کی مخالفت جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ بتلا رہی ہے کہ اس قسم کی مخالفت سوائے نبیوں کے اور کسی کی نہیں ہوئی یہ تو مخالفین کے نفسوں کی شہادت ہوئی۔ اب ہم موافقین کو دیکھتے ہیں۔ موافقین دو طریق سے شہادت دیتے ہیں ایک تو اس طرح کہ تحمل اور صبر سے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جو خدا کی راہ میں ان کے سامنے آتی ہیں۔ انہیں جان۔ مال۔ عزت۔ آبرو۔ وطن اور رشتہ داروں کی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور وہ ان کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ اس قسم کی قربانیاں اسی انسان کے لئے کی جا سکتی ہیں۔ جس کو دلوں پر قبضہ اور تصرف حاصل ہو۔ لوگ اس امر کو نظیر کے طور پر مت پیش کریں۔ کہ اکثر لوگ جان و مال کو اس امید پر خرچ کر دیتے ہیں کہ ہمیں آزادی مل جائے یا ہمارا وطن محفوظ رہے کیونکہ ایسے لوگ اپنا مقصد آزادی یا ملک کی حفاظت قرار دے لیتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو نبی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ان کا کیا مقصد ہوتا ہے۔ یہی کہ دین حاصل ہو۔ اور خدا تعالےٰ کی رضاء مُیسر آئے۔ تو جو لوگ دُنیا کے لئے جان و مال خرچ کرتے ہیں۔ انہیں دُنیا کے ملنے کی خواہش ہوتی ہے۔ مگر یہاں تو اس قسم کی کوئی خواہش نہیں۔ کیا صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کابل میں اس لئے شہید ہوئے کہ پہلے جس قدر ریاست ان کے پاس تھی۔ اس سے بڑی مل جائے گی ہرگز نہیں۔ بلکہ محض دین کے لئے اُنہوں نے اپنی جان دے دی۔ تو ایسے لوگوں کی شہادت دلیل ہے اس امر کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے دلوں پر قبضہ دے دیا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں جہاد کبیر یہی ہے۔ کہ دل پر قابو حاصل ہو جائے۔ چونکہ عام طور پر جہاد کے متعلق یہ خیال تھا کہ تلوار کے ساتھ جو دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ وہ سب سے بڑا جہاد ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث اور قرآن کریم میں بتلا دیا گیا ہے۔ کہ کونسا جہاد افضل ہے اور کونسا ادنےٰ؟ جہاد کی تین قسمیں لکھی گئی ہیں۔ (۱) جہاد اصغر (۲) جہاد اکبر (۳) جہاد کبیر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ رجعنا عن الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ کہ اصغر جہاد سے واپس آ گئے ہیں۔ اور اب اکبر جہاد کی طرف جاتا ہے۔ اس میں قسم اول اور دوم کے جہادوں کا ذکر ہے۔ اور تیسری قسم کے جہا کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ تو جہاد اصغر یہ ہے۔ کہ امن قائم کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی جاوے اور جہاد اکبر یہ ہے کہ اپنے نفس کا مقابلہ اور اس کی اصلاح کی جائے۔ اور جہاد کبیر یہ ہے کہ دوسروں کو دلائل کے ذریعہ قائل کیا جاوے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ رسُول کریم کو فرماتا ہے۔

ولاتطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادًا کبیرا۔ ان کافروں کی بات نہ مان۔ بلکہ اس قرآن کو لے کر ان سے جہاد کبیر کر۔ اور قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر جہاد کرنا یہی ہے کہ دلائل سے ان لوگوں کو صداقت کا قائل کیا جائے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں مخالفین نے اسلام پر سب سے بڑا یہ الزام لگایا ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اس اعتراض کو دُور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے رنگ میں بھیجا ہے۔ کہ آپ نے دلائل کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کی ہے۔ جس سے ثابت ہو گیا۔ کہ اسلام پہلے بھی تلوار کے زور سے نہیں پھیلا تھا۔ بلکہ دلائل کے ذریعہ ہی پھیلا تھا۔ پس حضرت مرزا صاحب کو جو ماننے والے ہیں انہیں کسی ملک۔ دولت۔ مال وغیرہ کا طمع نہیں دیا جاتا۔ کہ آپ کو ماننے سے یہ باتیں حاصل ہونگی۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تمہیں دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہوگا۔ ایسی حالت میں جبکہ آپ کو قبول کرنے والے دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ تو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ خدا تعالےٰ کی خاص قدرت کے ماتحت انسانوں کے دل حضرت مسیح موعودؑ کے قبضہ میں دے دئے گئے ہیں۔

رسول کے لئے مشکلات کیوں ہوتی ہیں؟

اب یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ جب خدا تعالےٰ کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ رسولوں کے ذریعہ دُنیا میں ہدایت پھیلے۔ تو پھر رسولوں کے لئے اتنے مشکلات کیوں رکھتا ہے۔ اس کے لئے تو یہ چاہیئے کہ رسول بادشاہ ہوا کرتے جو آتے ہی سب لوگوں سے اپنی صداقت منوا لیتے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ رسولوں کے لئے اس لئے مشکلات پیدا کرتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ وہ باوجود بظاہر کمزور اور بے طاقت ہونے کے اور کوئی ظاہری سامان نہ رکھنے کے اپنے دشمنوں پر اس لئے غالب آجاتے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کہ خدا کی مدد اور تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور سب کچھ ان سے خدا ہی کراتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر کسی بادشاہ کو رسول بنا کر بھیجا جائے۔ اور لوگ اسے مان لیں۔ اور وہ دشمنوں پر غالب آجائے۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ظاہری طاقت اور قدرت سے اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اور اس میں خدا کے ساتھ تعلق اور اس کی تائید کا کوئی دخل نہیں۔ پس خدا تعالےٰ نبیوں کے ذریعہ اپنی ہستی اور قدرت کا ثبوت دینے کے لئے انہیں ایسے رنگ میں بھیجتا ہے کہ دنیا کی نظروں میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ ہر طرح کمزور اور ناتواں سمجھے جاتے ہیں ان کے پاس سامان نہیں ہوتے۔ برخلاف اس کے ان کے مخالفوں کے پاس ہر قسم کی ظاہری طاقت اور سامان ہوتے ہیں۔ اور سب مل کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں نبی کا کامیاب ہونا ثبوت ہوتا ہے اس بات کا۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور خدائی تائید اور نصرت سے اسے کامیابی حاصل ہوئی ہے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ لو۔ آپ کے پاس ظاہری سامانوں میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ آپ صرف اکیلے تھے اور آپ کے مقابلہ میں ساری دُنیا تھی۔ لیکن آپ اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہے۔ بلکہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ جو آپ کے منجانب اللہ اور سچے ہونے کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔

آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ میرا مضمون صداقت مسیح موعودؑ ہے۔ جس پر سوال ہو سکتا ہے۔ کہ اگر صداقتِ اسلام یا صداقتِ قرآن یا صداقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مضمون ہوتا تو حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی اسی میں آجاتی۔ پھر صداقت مسیح موعود کیوں مضمون رکھا گیا۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا ثابت ہونا ایسا ہے۔ کہ اسلام کی صداقت۔ قرآن کریم کی صداقت۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا تعالےٰ کی ہستی اسی سے ثابت ہو جاتی ہے۔ پس وہ امر جس کے ثبوت پر سارے امور سچے ثابت ہو جاتے ہیں۔ اس کا بیان کرنا مقدم ہے یا کسی اور کا۔ تو یہ مضمون نہایت ضروری تھا۔ اس لئے میں نے اس کو اختیار کیا۔ تاکہ سب امور صادق اور سچے ثابت ہو جائیں۔ چونکہ لوگوں نے کہدیا تھا کہ اسلام پرانے واقعات اور قصے کہانیاں ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر ثابت کر دیا ہے۔ اور مشاہدہ کرا دیا ہے کہ وہ قصے کہانیاں نہ تھے۔ بلکہ صحیح واقعات تھے۔ پس آپ کی صداقت ثابت کرنے سے سب باتوں کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے ؞

حضرت مسیح موعود کے خلاف اعتراضات کا اصولی جواب

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی شہادتیں پیش کرنے کے بعد آپ پر جو اعتراضات کئے جاتے اور آپ کی قبولیت میں روکیں

ڈالی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق دو باتیں بطور قاعدہ کلیہ کے بیان کرتا ہوں *

اول یہ کہ کیا دُنیا میں لوگوں نے اپنی تمام باتوں کا مدار ایسی چیزوں پر رکھا ہوا ہے۔ جن کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا یا ایسے اُمور پر ہے۔ جن کے متعلق شبہ ہو سکتا ہے۔ اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تو مدار انہیں چیزوں پر ہے جن پر ہزاروں شبے وارد ہو سکتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کاموں کو اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً زمیندار ہیں۔ کیا انہیں یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کھیت میں ہل چلا رہے اور بیج ڈال رہے ہیں۔ اسے یقیناً کاٹیں گے۔ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ کئی بار کھیت خراب ہو جاتا ہے۔ جانور چر جاتے ہیں۔ خرمنوں کو آگ لگ جاتی ہے۔ لیکن زمیندار ان باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے کھیت بوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں۔ اگر کھیت ضائع ہوتے ہیں تو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ یہی حال تمام تاجروں کا ہوتا ہے۔ ان کو یقینی طور پر اُمید نہیں ہوتی۔ کہ ضرور نفع ہی ہو گا۔ نقصان نہیں ہو گا۔ اور نقصان بھی ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ تجارت میں لگے رہتے ہیں۔ کیونکہ نفع بہت ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مقدم کر لیتے ہیں۔ اسی طرح مریض جو ڈاکٹروں اور طبیبوں کے پاس جاتے ہیں۔ کیا انہیں یقین ہوتا ہے۔ کہ جو دوائی ہمیں دی جائے گی۔ اس سے ضرور اچھے ہو جائینگے۔ اور کیا وہ نہیں جانتے۔ کہ کئی لوگوں کو ڈاکٹر غلطی سے مار ڈالا کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ڈاکٹروں سے عام طور پر نفع ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے دوائیاں لی جاتی ہیں۔ اسی طرح مدارس میں جس قدر طلباء داخل ہوتے ہیں۔ کیا ان سب کو یقین ہوتا ہے۔ کہ ہم ضرور پاس ہو جائینگے۔ اور ہمیں اچھی اچھی ملازمتیں مل جائینگی۔ ہرگز نہیں۔ لیکن چونکہ عام طور پر تعلیم یافتہ لوگوں کو اچھی جگہیں مل جاتی ہیں۔ اس لئے تعلیم حاصل کی جاتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ ریل میں سفر کرتے ہیں ان میں سے کئی بعض اوقات مر بھی جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی لوگ ریل پر سوار ہوتے ہی ہیں۔ تو یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں۔ جس میں کچھ نہ کچھ شبہ نہ ہو سکتا ہو۔ مگر پھر بھی لوگ ہر کام میں لگے ہوئے ہیں اور شبہ کی وجہ سے کاموں کو چھوڑ کر بیٹھ نہیں گئے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ فطرت اس طرف راہ نمائی کرتی ہے۔

کہ فائدے کے مقابلہ میں شبہات کو ترک کر دیا جاتا ہے اور ان کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور جو کسی امر کے اختیار کرنے میں شبہات کو پیش کرتا ہے۔ وہ بہانہ کے طور پر کرتا ہے۔ اُسکو ماننا مقصود ہی نہیں *

دوسری بات شبہات کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شبہات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول ایسے شبہات جن کے ساتھ دلیل ہوتی ہے۔ دوم۔ ایسے شبہات جن کی بناء بدظنی پر ہوتی ہے۔ وہ شبہ جو ناشی عن الدلیل ہو۔ اس کا تو جواب ہونا چاہیئے۔ اور ہوتا ہے۔ مگر وہ جو بدظنی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی جواب دیا جائے۔ تو وہ شبہ کرنے والے کے لئے تسلی بخش نہیں ہوتا۔ وجہ یہ کہ انسان میں دو قسم کی طاقتیں ہیں۔ ایک قوت عقلیہ۔ اور دوسری قوت وہم۔ قوت عقلیہ اسی وقت فیصلہ دیتی ہے۔ جبکہ اس کے سامنے کوئی دلیل ہو۔ لیکن وہم بغیر دلیل کے بھی حکم کرتا رہتا ہے۔ قوت عقلیہ کے فیصلہ دینے کی تو یہ مثال ہے۔ کہ اگر رات کے وقت کوئی شخص بغل میں کتابیں دبائے اور ہاتھ میں روشنی لئے جا رہا ہو۔ تو قوت عقلیہ فیصلہ دے گی۔ کہ یہ شخص یا تو تعلیم دینے یا تعلیم حاصل کرنے جا رہا ہے اسی طرح اگر رات کے وقت کسی نے لنگوٹ باندھا ہوا ہو۔ اور ہاتھ میں چوری کرنے کے اوزار ہوں۔ تو اس کے متعلق کہا جائے گا۔ کہ یہ چوری کے لئے جا رہا ہے۔ تو ایسا شبہ جس کے ساتھ قرائن اور دلائل ہوں۔ اس کا جواب ہونا ضروری ہے۔ اور جب تک جواب نہ ہو۔ اس وقت تک تسلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ وہم کا کوئی علاج نہیں۔ اس لئے جو شبہ وہم سے پیدا ہو۔ اس کا نہ کوئی جواب ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس سے تسلی کی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ایسے شبہ کا جو بغیر دلیل اور قرینہ کے پیدا ہو۔ ذکر آیا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے سامنے اپنا دعوےٰ پیش کیا۔ تو اس نے کہا کہ اس کا ثبوت لاؤ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس کے ثبوت میں عصاء اور ید بیضا کو پیش کیا۔ لیکن فرعون نے اُن کو دیکھ کر جن کے متعلق آیا ہے۔ کہ خدا کی برہان

ہیں - کہدیا - اے لوگو یہ بڑا جادوگر اور اپنے فن کا پُورا ماہر ہے - اور منشاء اس کا یہ ہے کہ تمہارا ملک لے لے - اس طرح لوگوں کو موسےٰ علیہ السلام کے خلاف بر انگیختہ کر دیا اب اس کا یہ شبہ کہ حضرت موسےٰ ع جادوگر ہیں کسی دلیل سے نہیں پیدا ہوُا - اگر اس نے اس سے پہلے جادوگروں سے ایسے نظارے دیکھے ہوتے تو کہہ سکتا تھا کہ یہ بھی جادوگر ہے - مگر اس نے یُوں ہی کہہ دیا - خیر اس کے اس شبہ کو مٹانے کے لئے اُسے مشورہ دیا گیا کہ موسےٰ کے مقابلہ کے لئے ملک سے جادوگروں کو بُلایا جائے - چنانچہ بُلائے گئے - اور حضرۃ موسیٰ علیہ السلام سے ان کا مقابلہ ہوُا - مگر باوجود اس کے کہ وہ فرعون کے غلام تھے - اور اسی نے ان کو مقابلہ کے لئے بُلاکر بطور سند کے پیش کیا تھا - لیکن وہ مان گئے اور ایسے مان گئے - کہ انہوں نے مرنا قبول کر لیا - مگر فرعون نے اتنا کہہ کر فیصلہ کر دیا کہ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ - تو جو شبہات وہم سے پیدا ہوں - وہ دلائل سے دُور نہیں ہو سکتے - بلکہ ان کا علاج وہی ہے - جو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے - قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۞ مَلِكِ النَّاسِ ۞ اِلٰهِ النَّاسِ ۞ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۞ الْخَنَّاسِ ۞ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۞ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۞ (ترجمہ - کہو میں پناہ پکڑتا ہوں اس کی جو لوگوں کا رب ہے - اور وہی لوگوں کا اصل بادشاہ ہے - پھر وہ بادشاہ ہی نہیں - بلکہ تمام لوگوں کا معبود بھی ہے - وسوسہ ڈالنے والے خناس کے شر سے - جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتے ہیں) پس جس کو اس قسم کے شبہات پیدا ہوں وہ بیمار ہے - اور اسے چاہیئے - کہ اپنے آپ کو ان سے بچائے - ورنہ جب حد سے بڑھ جائے گا - تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں رہے گا - تو ایک تو شبے ہوتے ہیں - جو دلائل اور قرائن سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ وہم اور بدظنی سے پیدا ہوتے ہیں - ان کو بہت جلدی دل سے نکال دینا چاہیئے - اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو انسان خدا تعالےٰ کی طرف سے آنے کا دعوےٰ کرتا ہے اس کے ساتھ شامل ہونیوالے دینی فائدہ اُٹھاتے ہیں یا نقصان - اگر فائدہ ہوتا ہے تو خواہ ہزاروں شبہات پیش ہوں - ان سب کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے کیونکہ

اصل مقصود دین ہے - نہ کہ شبہات - مثلاً اگر کوئی کہے کہ مرزا صاحب کا فلاں نکاح نہیں ہوُا - اس لئے نہیں ماننا چاہیئے - تو میں کہتا ہوں - تمہارا اس سے کیا تعلق ہے - اور تمہیں اس سے کیا نفع یا نقصان پہنچ رہا ہے - تم یہ دیکھو کہ جو تمہارا مقصود ہے - وہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں - اگر ہوتا ہے - تو پھر تمہیں شبہات کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے -

دوسری بات یہ دیکھنا چاہیئے - کہ ہر امر کی غرض اور غایت ہوتی ہے - اگر وہ حاصل ہو جائے - تو پھر اس کے متعلق اڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی - مثلاً کسی کو کہیں کہ تم یہ کام کر دو - تمہیں روپے دینگے اور جب وہ کر دے تو اُسے کپڑا یا غلہ دے دیں - تو اُسے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ مجھے کچھ دیا نہیں گیا - اور نہ روپیہ ہی لینے پر اڑنا چاہیئے - یہی حال پیشگوئیوں میں ہوتا ہے - دیکھو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اسید مسلمان ہوُا ہے - اور مکہ کا حاکم بنایا گیا ہے - مگر جب وہ کُفر کی حالت میں ہی مر گیا - تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے کو مکہ کا حاکم بنا دیا - کیونکہ اس پیشگوئی کا اصل مقصد اس خاندان کو عزت دینا تھی - اور وہ دے دی گئی - اسی طرح حضرۃ مرزا صاحب کی وہ پیشگوئیاں جن پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں - ان کا جو مقصد اور مدعا تھا - اس کو دیکھنا چاہیئے - اگر وہ پُورا ہو گیا ہے - اور واقعہ میں ہو گیا ہے - تو پھر لفظوں پر اڑنے کی کیا ضرورت ہے تو میں نے بتایا ہے - کہ اوّل ہر بات میں شبہات پیدا ہو سکتے ہیں - اور پیدا کئے جاتے ہیں - اس لئے ایسے شبہات کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہیئے - جو صحیح قرائن اور دلائل کی بناء پر ہوں - دوم ہر بات کے نفع اور نقصان کا مقابلہ کرنا چاہیئے - اگر نفع زیادہ ہو تو اختیار کر لینا چاہیئے - اور اگر نقصان زیادہ ہو تو ترک کر دینا چاہیئے - سوم یہ دیکھنا چاہیئے کہ پیشگوئی کا مقصد اور مدّعا کیا تھا - اور وہ پورا ہوُا ہی یا نہیں - اگر پُورا ہو گیا ہو تو خواہ کسی ذریعہ سے ہو - اُسکو

مان لینا چاہیئے۔

ابتدا میں انبیاء کو غربا کیوں مانتے ہیں؟

اس کے بعد میں اس سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ کہ ابتدا میں نبیوں کو غریب لوگ کیوں مانتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔

بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا فطوبیٰ للغرباء

کہ اسلام ابتدا میں غریب تھا پھر بھی غریب ہو جائے گا۔ پس بشارت ہو غربا کو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ غربا کو کیوں خدا تعالےٰ ہدایت کی طرف لاتا ہے۔ اور امراء کو کیوں نہیں لاتا۔ اس کا باعث اللہ تعالےٰ نے خود ہی قرآن مجید میں بتا دیا ہے کہ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (۲۸-۴)

کہ ہمارا یہ ارادہ ہوتا ہے۔ کہ ہم احسان کریں اُن پر جو کمزور ہوتے ہیں۔ اور ان کو امام اور وارث بنائیں۔ تو چونکہ خدا تعالےٰ کا یہ منشاء ہوتا ہے۔ کہ کمزوروں کو اٹھائے اور اُٹھے ہوئے کو اٹھانا کوئی بہادری نہیں ہوتی۔ بلکہ گرے ہوئے کو اُٹھانا اصل بات ہوتی ہے۔ اس لئے خدا اپنی ہستی کا ثبوت دینے اور اپنی طاقت اور جلال کو ظاہر کرنے کے لئے جب انبیاء کو بھیجتا ہے۔ تو ان کی طرف ضعیف لوگوں کو متوجہ کرتا ہے۔ تاکہ دشمن دلیری اور جُرأت سے ان پر حملہ کریں۔ اور خدا انہیں بچا کر بڑھائے۔ اور دکھا دے کہ کوئی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر ابتدا میں کبھی نبی کو بادشاہ مان لیں۔ تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس کے ذریعہ کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ اس کو ہماری وجہ سے فائدہ ہوا ہے۔ لیکن جب غریب نبی کو مان کر بادشاہ ہوں گے۔ تو وہ شکر گذار ہونگے چنانچہ حضرت عمرؓ جب حج کو گئے۔ اور ایک بڑا قافلہ آپ کے ساتھ تھا۔ تو ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ حذیفہ نے پوچھا۔ آپ یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ فرمایا ایک زمانہ تھا کہ میرے باپ کا ایک اونٹ تھا۔ اور میں اُسے یہاں چرایا کرتا تھا مگر آج یہ حالت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبول کرنے پر خدا تعالےٰ نے لاکھوں انسانوں پر حکومت دے دی ہے۔ اب اگر کوئی پہلے ہی بادشاہ ہوتا تو کیا وہ ایسا ہی احسان سمجھتا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا۔ ہرگز نہیں۔ پس اسی لئے غربا کو نبی کے ماننے کی توفیق دی جاتی ہے۔ کہ ان پر احسان کیا جا سکے۔ اور وہ اس احسان کی قدر جانیں دوسرا اس لئے کہ چونکہ خدا تعالےٰ اپنی ہستی کا ثبوت دینا چاہتا ہے۔ اس لئے کمزوروں کو کھڑا کر کے ان کا مقابلہ کرنے والے زور والوں کو اکھیڑ دیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ خدا کی مدد نبی کے ماننے والوں کے ساتھ تھی سوم خدا چاہتا ہے۔ کہ لوگ اس کے عاشق ہوں اور عشق نہ تو کمال ظہور سے پیدا ہو سکتا ہے اور کمال خفا سے۔ بلکہ کچھ ظہور اور کچھ خفا ہو تو عشق پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو لوگ سُورج اور چاند سے اپنے معشوق کو تشبیہ تو دیتے ہیں۔ مگر کوئی ان پر عاشق نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ نہ تو وہ خفا میں ہوتے ہیں۔ اور ان کو دیکھنے سے کوئی روکتا یا ملامت کرتا ہے۔ حالانکہ عشق ملامت سے پیدا ہوتا ہے۔ اب اگر خدا سُورج کی طرح ظاہر ہوتا تو بھی کوئی عاشق نہ ہوتا۔ اور اگر بالکل مخفی ہوتا تو بھی کسی کو خیال نہ آتا۔ اس لئے کوشش کرنے والوں کو اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ اور پھر ان کے راستہ میں مشکلات اور تکالیف پیدا کرتا ہے تاکہ ان کا عشق بڑھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو کفار انہیں مارنے کے لئے آئے کہ بے دین ہو گیا ہے۔ انہوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ لیکن کفار نے مکان کو گھیر لیا۔ آخر ایک شخص آیا۔ اور اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے کفار نے کہا کہ صابی ہو گیا ہے۔ ہم اسے مارنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا جاؤ میں اسے اپنی پناہ میں لیتا ہوں اسپر کفار چلے گئے۔ اس کے بعد جب حضرت عمرؓ باہر نکلے۔ تو کوئی ان کو ستاتا نہ تھا۔ وہ کہتے کہ آٹھ دن تک میں اسی طرح رہا۔ باقی جو لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ کہیں سے پٹتے اور کسی کو پیٹتے۔ لیکن مجھے کوئی کچھ نہ کہتا۔ آخر میں تنگ آگیا اور اس کے پاس جاکر کہا کہ آپ اپنی پناہ واپس لے لیں۔ میں اس میں نہیں رہنا چاہتا جب اس نے پناہ واپس لے لی۔ تو پھر میں بھی دوسرے

مسلمانوں کی طرح کہیں سے پٹتا اور کسی کو پیٹتا۔ یہاں تک کہ مکہ سے ہجرت کر گیا۔ تو عشق ملامت اور تکلیف سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو عشق پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور چونکہ ضعیف اور کمزور لوگوں کے راستہ میں مخالفین مشکلات اور تکالیف پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے ان ہی کو نبی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ضعیف اور کمزور لوگ ابتدا میں اس لئے بھی آتے ہیں کہ آئندہ جو قوی اور مضبوط ہوں۔ ان کو مشکلات کے وقت سبق سکھلانے کے لئے نظیر بنیں۔ اور ان کے کمالات ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالےٰ ان کے سامنے مشکلات پیش کرتا ہے۔

اخیر میں میں دو آیتیں سنا کر اپنا لیکچر ختم کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا (۲۵-۳۳) کہ ہر نبی کے لئے مجرم لوگوں کو ہم نے دشمن بنا دیا۔ کیوں اس لئے کہ یہ دکھلائیں کہ ان کا رب کافی ہے ہدایت دینے کے لئے۔ تم خواہ لوگوں کو کتنا ہی روکو۔ مگر خدا ان کی مدد کریگا۔ اور تمہاری ساری روکوں کو دور کر دے گا۔ تو خدا تعالےٰ مجرموں کو انبیاء کا دشمن بنا دیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی ربوبیت ان کے متعلق دکھلائے۔

دوسری آیت یہ ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (۶-۱۲۴) فرمایا۔ ہم نے ہر ایک بستی میں مجرموں کے بڑے بڑے لوگوں کو ایسا بنا دیا ہے۔ کہ وہ نبیوں کے مقابلہ میں تدبیریں کریں لیکن ان کی تدبیریں نبیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں۔ بلکہ انہی کی جانوں کی ہلاکت کا موجب بنتی ہیں۔ مگر وہ جانتے نہیں اس آیت کے متعلق میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ لکھنؤ سے ایک رسالہ البیان نکلتا تھا۔ اس کا ایڈیٹر حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ایک دفعہ یہاں آیا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے اس نے پوچھا۔ مولانا! آپ یہ تو بتلائیں کہ اس زمانہ میں سید احمد۔ دیانند اور مرزا غلام احمد مصلح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم کس کو خدا کی طرف سے سمجھیں۔ اس کے جواب میں حضرت مولوی صاحب نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا خدا کی طرف سے جو مصلح ہوتا ہے دنیا کے اکابر اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حکومت کا ابتدائی درجہ ڈپٹی کمشنری ہے۔ اور آج تک حضرت مرزا صاحب کو کسی ڈپٹی کمشنر نے نہیں مانا۔ آئندہ تو بادشاہ بھی آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ ینگے۔ مگر ابتدا میں بڑے بڑے لوگ نبیوں کو شناخت نہیں کیا کرتے اور انکی بڑائی ان کے راستہ میں روک بنجاتی ہے تو حضرت مرزا صاحب اور دوسرے لوگوں میں یہ فرق ہے کہ انکے ساتھ بڑے بڑے اُمراء شامل ہو گئے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کو کسی نے نہ مانا۔

پس حضرت مرزا صاحب کی شناخت کیلئے یہ بہت صاف اور واضح نشانات ہیں مگر انکے لئے جن کی آنکھیں ہیں۔ جنکے کان ہیں اور جو دل رکھتے ہیں مگر جو خود ہی نخرے۔ اس کے لئے کوئی بات بھی مفید نہیں ہو سکتی۔

میرے سپرد تین سال سے صداقت مسیح موعود کا مضمون ہوتا ہے۔ اور چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اسی سے خدا تعالیٰ۔ اسلام اور قرآن کی صداقت ثابت ہوتی ہے اسلئے اسی کو بیان کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ آپکو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

محکمہ تالیف و اشاعت قادیان دار الامان نے جولائی ۱۹۱۹ء میں شائع کیا

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

اشتہارات

شائع ہو گیا 1/12

احمدی بچوں کا رسالہ اتالیق نمبر ۲ و ۳ بھی نکل گیا ہے۔ نمونہ جسے خرِّ تعلیم و تربیت کے مبصّروں نے پسند کیا اُسی کے مطابق مگر بفضلِ خدا اُس سے بھی ہر طرح بڑھ چڑھ کر یہ دو نو نمبر نکلے ہیں قیمت عہ سالانہ یا ۲ ر ماہوار یعنی صرف دمڑی روز کیا چیز ہے؟ ایک ایسے رسالہ کے مقابلہ میں جو ہماری آئندہ نسلوں کیلئے دینی و دنیادی - جسمانی روحانی - اخلاقی تعلیمی - ادبی و تفریحی غرض ہر قسم کی دلچسپی و بہبودی کا سامان پیش کرتا ہو - ابتدائی مشکلات کے سبب ابھی باقاعدہ ماہ بماہ نکلنے کا انتظام نہیں ہو سکا - خدا چاہے تو جلدی ہی سب دِقتیں دُور ہو جائینگی - ابھی خریداروں کی تعداد بہت ہی قلیل ہے یعنی سو سے بھی کم - واللہ المستعان - درخواستیں مع قیمت پیشگی یا باجازت وی پی اس پتہ پر آئیں :- (ماسٹر) احمد حسین فرید آبادی - قادیان ضلع گورداسپور - پنجاب

ہماری پُرزور تحدی اور مخالفینِ اسلام کا عجز

سورۂ اخلاص کی لاجواب تفسیر جسمیں حضرت شہزادہ حاجی عبد المجیب صاحب مہاجر دارالامان مہدی نے اس سورۃ شریفہ کی نو عدیم النظیر خصوصیات بڑی شرح و بسط سے بیان فرماکے مخالفین اسلام کو چیلنج دیا ہے کہ وہ بھی اسکے بالمقابل اپنی کسی کتاب یا کلام میں یہ نو اعجازی خوبیاں ثابت کریں - مسیح موعودؑ اور دجّال وغیرہ کی عظیم الشان پیشگوئیاں بھی جو آج پوری ہو رہی ہیں اس تفسیر میں سورۂ اخلاص سے نکالی گئی ہیں - یہ کتاب رجسٹری کرا کے مختلف مذاہب کے ممتاز لیڈروں کو بھیجی گئی مگر کوئی صاحب مرد میدان نہ نکلے - گویا اپنی سکوت سے انہوں نے اپنے ادیان کی تہی دستی اور مقابلۂ اسلام سے عاجزی کا اقرار کر لیا فالحمد للہ علی ذالک - اس جدید و قابل دید تفسیر کا دیباچہ باوجود سو صفحے حجم اور عمدہ لکھائی چھپائی وغیرہ کے صرف ۸ ر فی نسخہ ہے - اس پتہ سے منگائیں :- کتبخانہ فرید آبادی - قادیان

صرف ایک ایک نسخہ - مجلد حقیقۃ الوحی ۔ آئینہ کمالات عہ ر - انجام آتھم عہر اور سلسلہ احمدیہ کی جملہ کتب موجودہ بھی کتب خانہ فرید آبادی سے مل سکتی ہیں ۔

سامان ورزش کیلئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ

احمدی شائقین کی خدمتمیں اس اشتہار کے ذریعہ اطلاع دیجاتی ہے کہ ہمارا کارخانہ ہر قسم کے سامان ورزش از قبیل کرکٹ ہاکی فٹ بال ٹینس - بیڈ منٹن اور جمناسٹک وغیرہ مدت بیس سال سے ہندوستان اور بیرون از ہند بہم پہنچا رہا ہے - لیکن ہنوز احمدی قوم نے زمانہ حال کی روش کے مطابق قومی مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کارخانہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے - لہذا جو احباب سکولوں میں ملازم یا کسی اور جگہ سپورٹس کے سامان کی ضرورت ہو دخل رکھتے ہوں انکی خصوصاً دیگر شائقین کی عموماً توجہ درکار ہے قومی مرکز قادیان تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولانا مولوی محمد الدین صاحب بی اے ہمارے کارخانہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

"جناب من! میں یہ بات بلا تامل لکھتا ہوں کہ میں آپکے کارخانہ سے ہر طرح سے خوش ہوں - آپ سامان - کرکٹ و فٹ بال کے متعلق فرمائشوں کی تعمیل نہایت مستعدی سے کرتے رہے ہیں - جو سامان ورزش بنا کر بھیجتے رہے - بلحاظ قیمت و خوبی ساخت کے مقابلۃً نہایت اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا ہے" آپکا صادق محمد الدین ہیڈ ماسٹر قادیان

مکمل فہرست حسب فرمائش مفت بھیجی جائیگی -

پتہ صرف **نظام اینڈ کو - سیالکوٹ شہر**

مجرّب ادویہ طلب فرمائیں 1/12

(۱) شربت فولادی فی بوتل کلاں ۲ ر طاقت اور خون صالح پیدا کرتا ہے قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے (۲) شربت دافع قبض فی بوتل کلاں ۲ ر دافع قبض ہے معمولی اجابت روزانہ ہوتی ہے اور کسی قسم کا ضعف نہیں ہوتا - پرہیز کچھ نہیں (۳) چٹنی فی سیر ایک روپیہ - خوش ذائقہ - ہاضم - اشتہاء کو زیادہ کرتی - (۴) گولیاں بخار فیدرجن ۴ ر یہ گولیاں ہر قسم کے بخار کو دافع اور صفائی خون اور قبض نہیں ہونے دیتیں - (۵) گولیاں دافع قبض ۴ ر ہر قسم کی قبض کو دفع کرتی ہیں جس صاحب کو جس قسم کی دوا کی ضرورت ہوگی انکے طلب کرنے پر روانہ کی جا سکتی ہیں ۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے شربت فولادی اور چٹنی کا استعمال فرمایا اور ہر دو ادویات کو مفید پایا حضرت صاحبزادہ صاحبان فرماتے ہیں کہ حکیم صاحب کی ادویات ضرور تمندوست استعمال فرمادیں - علاوہ مذکورہ بالا ادویہ کے حکیم صاحب اور دوائیں بھی تیار کرتے ہیں ۔

حکیم نور احمد - احمدی اینڈ کو - اکولہ برار

متلاشیان روزگار کو مژدہ 9/12

ہم کو علاقہ پنجاب کے مشہور و معروف مقاموں پر اپنی تجارت موجودہ کی ایک ایک دوکان قائم کرنا ہے - جس کے لئے ایسے احمدیوں کی ضرورت ہے جو معمولی اُردو اور حساب و کتاب میں مہارت رکھنے کے علاوہ محنتی جفاکش ہوں تنخواہ دس روپے سے پندرہ روپے دیجاوے گی - اور اپنی معتبری کی تصدیق کسی معزز احمدی یا مقامی انجمن کے سکرٹری سے کرا سکتے ہیں ۔

ہم کو مقام یادگیر ریاست نظام میں ایک جدید کارخانہ چرمی قائم کرنا ہے - جسکے لئے زین - ساز - بوٹ شوز و نیز چمڑہ رنگنے والے کاریگروں کی ضرورت ہے - تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے - ہمراہ درخواست سارٹیفکیٹ آنا چاہیئے - احمدیوں کو ترجیح دیجاویگی - ہم کو حجام اور دھوبی کی بھی ضرورت ہے - جو یادگیر آکر کام کرے - احمدیوں کو ترجیح دیجائیگی ۔

المشتہر
مینیجر کارخانہ جات شیخ حسن صاحب احمدی
مقام یادگیر جی - آئی - پی - ریلوے ضلع گلبرگہ شریف

سخت ضرورت ہے 1/4

محکمہ تعلیم و تربیت قادیان کو - چند انٹرنس پاس تجربہ کار مدرسین کی ضرورت ہے - ایف - اے پاس بھی درخواستیں کر سکتے ہیں - درخواستیں - بہت جلد ناظر صاحب تعلیم و تربیت کی خدمتمیں ارسال کریں ۔

ممالکِ غیر کی خبریں

صلحنامہ کی تصدیق (پیرس ۱۱ر جولائی) صلحنامہ کی تصدیقی دستاویز جسپر جرمن گورنمنٹ کی طرف سے ہرایبرٹ کے دستخط ثبت ہیں۔ فرانس کے وزیر خارجیہ کے پاس آج صبح کو پہنچ گئی ہے۔

سابق قیصر کی التجاء (لنڈن ۱۱۔ جولائی) ایک بے تار کا برقی پیغام مظہر ہے کہ سابق قیصر نے ایک تار میں ملکہ ولہلمنہ سے التجا کی ہے کہ ملکہ ممدوحہ ملکہ معظمہ میری اور برٹش گورنمنٹ سے ملاقات کر کے سابق قیصر کی حوالگی کے مطالبہ کو مسدود کرا دیں ؛

جرمن جائداد پر قبضہ (پیرس ۱۲ر جولائی) انجمن شاورت میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا ہے۔ جس کی رو سے فرانس میں کل جرمن جائداد پر جس میں مکانات کارخانے اور نہام۔ کا حساب بھی شامل ہے۔ قبضہ کر لیا جائیگا۔ ان کی فروخت سے جو روپیہ وصول ہو گا۔ اس کو تاوان جنگ کی رقم میں وضع کر لیا جائیگا

بھاری ہوائی جہاز (لنڈن ۱۱۔ جولائی) ہوائی صیغہ کے ڈپٹی چیف جنرل گروس نے نیوکیس میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ صیغہ ہوائی عنقریب ایک بھاری جہاز مصر کے راستے کیپ (جنوبی افریقہ) کا واپسی سفر کرنے کے لئے بھیجے گا۔ جس کی جسامت ہوائی جہاز آر ۳۴ سے چار گنا ہو گی ؛

سابق قیصر کے متعلق ہالینڈ کا جواب (پیرس ۱۱۔ جولائی) سابق قیصر و ولی عہد جرمنی کی پوری پوری حفاظت کی ضرورت کے متعلق اتحادیوں نے جو نوٹ ہالینڈ کو لکھا تھا اس کے جواب میں اس نے ان تنبیہوں پر حیرت ظاہر کی ہے۔ جن کی بناء فقط افواہیں ہیں۔ ہالینڈ نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے بین الاقوامی حقوق اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہے۔ اور اس کو اپنے شاہی حقوق استعمال کرنے کی پوری اجازت دیجا دے۔

جرمن وزیر مستعفی (لنڈن ۱۳۔ جولائی) ہروسل اور ہر مولنڈورف جرمن وزارت سے مستعفی ہو گئے۔ ہر رابرٹ شمٹ ہروسل کی جگہ مقرر ہوا ہے۔

فرانس کی جرمنی سے تجارت۔ (پیرس ۱۳ر جولائی) گورنمنٹ نے جرمنی کے ساتھ چند پابندیوں کے ماتحت تجارتی تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ؛

جرمن آسٹریا اور ہنگری (کوپن ہیگن ۱۲ر جولائی) وائنا کا ایک تار مظہر ہے کہ جرمن آسٹریا اور ہنگری کی گورنمنٹوں کے مابین اصولی سمجھوتہ ہو گیا ہے ؛

قرضہ فتح بند (لنڈن ۱۳۔ جولائی) قرضہ فتح کو بند ہونے تک تخمیناً ایک ارب پچاس کروڑ پونڈ جمع ہو گیا تھا۔ جسمیں پچھتر کروڑ نیا روپیہ بھی شامل ہے۔ مانچسٹر اول نمبر پر رہا۔ اور تین کروڑ پونڈ قرضہ میں دئے۔ لورپول سے ڈھائی کروڑ پونڈ جمع ہوئے۔ سب سے بڑی رقم دس لاکھ پونڈ کی ایک شخص نے دی۔ جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ سر ایڈورڈ ساسون نے چار لاکھ پونڈ دئے۔

جرمن رجعت پسند (برلن ۱۲ر جولائی) جرمن نیشنل پارٹی کی مجلس نے جو رجعت پسندوں پر مشتمل ہے۔ ہالینڈ کی ملکہ کو ایک تار دیا ہے کہ سابق قیصر کو حوالے نہ کیا جاوے۔ مقرروں نے مجلس میں اعتماد ظاہر کیا کہ قیصریت کا دور دورہ پھر شروع ہو گی ؛

ناکہ بندی ہٹالی گئی (پیرس ۱۱۔ جولائی) اتحادیوں کی کونسل اعلےٰ نے کل جرمنی کی ناکہ بندی ہٹا دینے کا فیصلہ کیا ہے ؛

ہندوستان کی خبریں۔

آنریبل میاں محمد شفیع کا انتخاب۔ آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع سی۔ آئی ای بیرسٹرایٹ لاء حضور وائسرائے کی امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں سر سنکرن نائر کی جگہ بعہدہ ممبر تعلیمات مقرر ہوئے ہیں۔

پنجاب میں مارشل لاء کے ماتحت پھانسی کی سزا پنجاب گورنمنٹ نے سرکاری اعلان جاری کیا ہے۔ کہ پنجاب میں مارشل لاء کے ماتحت ۱۸ آدمیوں کو پھانسی دیگئی ہے ؛

ہندوستان میں ایک غبارہ کی سیاحت لنڈن سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آر ۳۴ کی واپسی کے بعد آر ۳۳ ہندوستان میں ہوائی سیاحت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

مسٹر جناح اور تنکل کے قائم مقام امپیریل کونسل کے مستعفی ممبر مسٹر جناح کی جگہ مسٹر جعفر ہارون صاحب اور رائے بہادر بشندت تنکل کی جگہ صوبہ متوسط سے رائے صاحب نتھامل زمیندار رائے پور کا انتخاب کیا گیا ہے۔

فسادات پنجاب کے متعلق کمیشن معلوم ہوتا ہے کہ سکرٹری آف اسٹیٹ ایک کمیشن کا تقرر اسلئے کرینگے کہ وہ فسادات پنجاب کے متعلق تحقیقات عمل میں لائے اور اس کے دائرہ عمل سے یہ بات باہر ہو گی۔ کہ وقت ضرورت قیام امن کے لئے کیا وسائل اختیار کرنا چاہیئے بنگالی لکھتا ہے کہ اس کمیشن کے ممبر آزاد اور عمدہ اصحاب ہوں تو تحقیقات اچھی طرح ہو سکتی ہے ؛

امرتسر میں تعزیری پولیس امرتسر سول سٹیشن کی حفاظت کے لئے ۳ سال کیواسطے ۲۰۰ تعزیری پولیس کے نوجوانوں کی منظوری ہوئی ہے۔ جن کا خرچ اہل امرتسر کو برداشت کرنا ہو گا ؛

ربڑ کی چوٹیاں اور انگھٹیاں ربڑ کی انگیوں اور دونیوں کی طرح چونیاں اور انگھٹیاں بھی

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے شائع ہوا)